DECEMBER, 1949 Regd. L. No. 908

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ

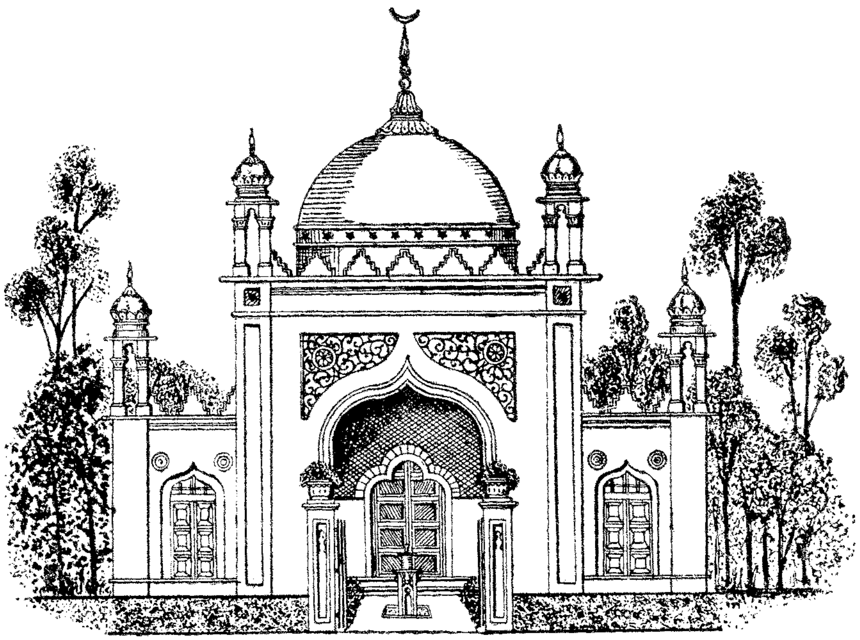

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانیٔ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیرانِ اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے

مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم اے۔ بی۔ ٹی

امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ

سیکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

www.aaiil.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اکبر

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دینِ حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

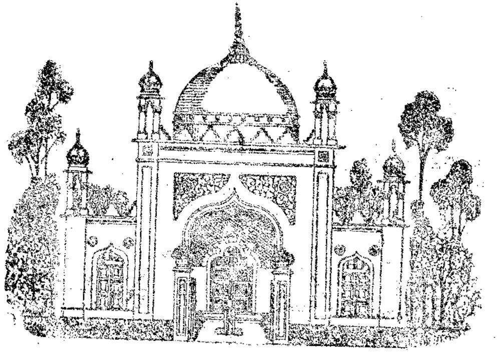

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان — مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیلِ مشن — ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام **ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ** ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد — (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک — (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نو مسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع — (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نو مسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نو مسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ہزارہا نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نو مسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۳۵ | بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۹ء | نمبر ۱۲

نمبر شمار	مضامین	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	لمعات		۴۴۲
۲	آپ کے جواب میں		۴۴۵
۲	معلمات القرآن	از قلم جناب سید شاہ محمد قادری شطاری صدر مدرس جامعہ نظامیہ	۴۴۷
۳	اسلام میں عورت	از قلم جناب بیگم شائستہ اکرام اللہ پی - ایچ - ڈی	۴۶۱
۴	زندگی کا جدید تصور		۴۶۷
۵	میں نے اسلام کیوں قبول کیا	از قلم تھامس محمد کلیٹمن	۴۷۲
۶	تھیوکریسی (پاپائیت) اور اسلام	ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ڈپٹی منسٹر	۴۷۸
۷	تلاش صداقت میں اہل مغرب کی سرگردانی اور اسلام کا پیش کردہ حل		۴۸۱
۸	متفرقات		۴۸۵

ہمان الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا

www.aaiil.org

لمعات

یورپ حالتِ نزع میں

جب پہلی مرتبہ کمیونسٹ مینی فسٹو لکھا گیا تو کارل مارکس اور اس کے رفقا نے تمہید میں ایک بات کہی کہ یورپ کو اشتراکی بھوت کا خوف دن بدن کھائے جا رہا ہے۔ کارل مارکس کا یہ کہنا آج بالکل عیاں ہے۔ اسی خطرے کے متعلق ہٹلر نے اپنے عروج کے ابتدا میں اور ایڈمیرل ڈوئینز نے جرمنی کے دوسرے عالمی جنگ کے سقوط پر کہا تھا کہ نیشنل سوشلسٹ جرمنی کمیونسٹ روس اور مغربی یورپ کے درمیان ایک مضبوط ترین روک ہے اور ایک دفعہ جو یہ روک منہدم ہو گئی تو پھر کمیونزم کے سیلاب کو کوئی اور بند یورپ میں نہ روک سکے گا۔

حقیقت میں یورپ کو کمیونزم سے اس قدر خوف نہیں جس قدر وہ خود اپنے نظام ہائے زندگی کے تباہ ہو جانے پر متأسف ہے۔ اشتراکیت ہو یا شوری سرمایہ داری یورپی تہذیب کے مشعلبرداروں کو ان دونوں پر ہی ناز تھا۔ چونکہ یہ اُن کے اپنے فکر اور علم کے نچوڑ تھے۔ اشتراکیت اور سرمایہ داری کے ٹکراؤ میں یورپی تہذیب کے مناد خود اپنی اُس تہذیب کی موت دیکھ رہے ہیں جسے انہوں نے اپنے صبح و شام ایک کر کے تعمیر کیا تھا۔ اور جس کی بنیادیں آزاد فکر پر رکھی گئی تھیں۔

جرمنی کے سقوط کے بعد اشتراکی نظریات بہت تیزی سے دُنیا میں پھیل گئے ہیں۔ اور اوپر تلے سات آٹھ چھوٹی بڑی حکومتیں اشتراکی طرزِ زندگی کو اختیار کر چکی ہیں۔ مشرقی یورپ کی ان ریاستوں میں یوگوسلاویہ بھی اسی اشتراکی طرز زندگی کو اختیار کئے ہوئے ہے۔ مارشل ٹیٹو جو اشتراکی یوگوسلاویہ کا جنم داتا ہے۔ شروع سے پکا اشتراکی اور دورانِ جنگ میں روسی اشتراکیوں کا بڑا ہمنوا رہا ہے۔ جنگ کے اختتام پر دو سال تک روسی اشتراکی حاکموں اور یوگوسلاویہ کے مابین تعلقات نہایت ہی خوشگوار رہے اور یوگوسلاوی... نمائندوں نے اب تک بھی اقوام متحدہ میں اکثر روسی تحریکات کی حمایت کی۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ

روسی بلاک کے پر اراکین ایک بنیانِ مرصوص بن کر اینگلو امریکن بلاک کے بالمقابل کھڑے رہیں گے - لیکن ایکا ایکی یوگوسلاوی روسی جھگڑے کی اطلاعیں آنی شروع ہوئیں اور اب یہ نزاع بہت خطرناک شکل اختیار کر گئی ہے

دوسری طرف مغربی جرمنی اور مشرقی جرمنی کی دو الگ الگ ریاستیں قائم کی گئی ہیں - حال ہی میں سلامتی کونسل کی مشرقی ممالک کی نشست خالی ہونے پر سلاویکی اور یوگوسلاوی مقابلے نے روسی اور غیر روسی حلقوں میں کافی بحران پیدا کر دیا -

یورپ نہایت تیزی سے ایک اور جنگ کی طرف بھاگ رہا ہے - امن دوست عوام کی تو یہی خواہش ہے کہ جنگ نہ ہو لیکن یہ امن دوست عوام جن کے ساتھ "روسی اشتراکی" اور "اینگلو امریکی سرمایہ داروں" کے بورڈ آویزاں ہیں خود بھی جنگی تیاریوں میں سرگرم ہیں - اور اشتراکیوں میں تو آگ اور خون کا کھیل حصولِ اقتدار کے لئے چنداں باعث ننگ اور قابلِ نفرین نہیں - جب ایک انسان نے اپنی عمومی پالیسی ہی مشتہر کر دی ---- ہو کہ وہ وقت آنے پر اقتدار کی خاطر ہر جائز و ناجائز بیرحمی کو روا رکھے گا تو اُس کا یہ چیخنا کہ میں تو امن اور صلح ہی چاہتا ہوں - دراصل خود موقعہ کی تلاش کرنا ہے - امن دوستی کا کوئی سوال ہی نہیں - خدا اور اُس کے رسول سے بیگانہ تہذیب کو منطقی طور پر یہیں جانا ہے - الفتنۃ اشد من القتل - اور اگر وہ اس خون اور آگ کے بعد بھی کوئی صالح اور نکھرا ہوا سماج نہ پیدا کر سکے جسے بہرحال اسلام کے تحت بننا ہوگا - تو پھر البتہ غم کا مقام ہے -

نفاذِ شریعت کی راہ

پاکستان کے لئے ہماری تمام تر جدوجہد صرف دو وجوہ سے باعث تھی - اولاً یہ کہ متحدہ ہندوستان میں غالب اکثریت اسلام سے بیگانہ تھی - اور شعوری یا غیر شعوری طور پر یہ اکثریت کسی فرنگی طرزِ فکر کو رائج کرنے میں مانع تھی - ثانیاً برعظیم ہند اور پاکستان کے مسلمان عملی طور پر اس کے لئے کوشاں تھے کہ وہ خالص اسلامی ماحول پیدا کرنا چاہتے ہیں -

پاکستان بن جانے کے بعد اب دو ضروری مرحلے درپیش ہیں - ایک تو دستور سازی کی راہ ہے - جس کے ذریعہ معاشرے کے ایسے مسائل حل کئے جا سکتے ہیں - جو قانون سے متعلق ہیں - دوسری راہ عوام میں اسلامی شعور کا بیدار کرنا ہے - دراصل دوسری راہ پہلی راہ سے بھی زیادہ اہم - دشوار اور طویل ہے - صدیوں کے انحطاط نے عجمی رسومات اور غیر اسلامی طرزِ زندگی پر قناعت کرنے کا چسکا ڈال دیا ہے - اُن رسومات

اور مروجہ طرز زندگی کو ترک کروانا اور خالص اسلامی زندگی کو پیدا کرنا بہت صبر اور ایمان کی پختگی کو چاہتا ہے۔

اسلام کی تاریخ میں ایسے کئی وجود نظر آتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں اسی راہ میں گذار دیں۔ کوئی معاشرتی زندگی اُوپر سے خول کی طرح نہیں چڑھائی جاتی۔ طبعیتیں اُسے ناگوار قبولیت تو شاید بخش دیتی ہیں تاہم کسی موقعہ کی تلاش میں رہتی ہیں اور اپنی اولین فرصت پر اُس ٹھونسے ہوئے چوغے کو اُتار پھینکتی ہیں۔

ہم اگر اپنی ریاست میں اسلامی طرز زندگی کو رواج دینا چاہتے ہیں تو سب سے پہلا ضروری اور اہم تر کام عوام میں اسلامی شعور کا بیدار کرنا ہے۔ صرف اسی صورت میں ہم ایک ایسی رائے عامہ پیدا کرسکتے ہیں جو غیر اسلامی روایات، رسوم، رواج اور طرز فکر کے لئے بنجر زمین بن جائے گی۔ پھر قانون اور اُس سے متعلقہ مسائل کا اجرا بھی دیرپا، مستحکم اور سہل العمل ہو جائے گا۔ ایسے ماحول کو پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہمارے روزمرہ کاروبار میں ہمارا اپنا شعور اسلامی ہو۔ کیونکہ نقطۂ آغاز یہیں ہے۔ ہمارے طرز عمل سے دوسروں کے لئے عمل کی فضا سازگار ہو سکے گی۔ اور اسی پر زیادہ زور دینے کا وقت ہے۔

ہستی باریتعالیٰ

جس میں خداوندتعالیٰ کی ہستی کے عقلی ونقلی دلائل دیئے گئے ہیں۔ جو دہریوں کیلئے اتمام حجت ہیں۔ مظاہرہ قدرت وقرآنی آیات ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت میں پیش کئے ہیں نہایت بلند ارفع و اعلیٰ علمی پایہ کی کتاب ہے۔ قیمت فی جلد ۶ر

ملنے کا پتہ: منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پاکستان

آپ کے جواب میں

"چند اُلجھنیں"

ہمارے صفحات ہمارے قارئین کے لئے کھلے ہیں۔ ہمارے ماحول میں چوں کہ شک۔ غلط فہمیوں اور بعض اوقات کم فہمیوں کیوجہ سے بہت اُلجھنیں پیدا ہو چکی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم انسانی بھلائی اور بہتری کے لئے ان کو نیک نیتی۔ اخلاص اور انسانی ہمدردی کے تحت جانچیں۔ ہم قارئین کو اس بات کا پورا پورا احساس دلانا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے خیالات ہم تک پہنچائیں اور اس تشکک کی کیفیت کو یقین اور ایمان کی حالت میں بدلنے کی کوشش کریں۔ ہم اُن کے خیالات کو اپنے صفحات میں جگہ دیں گے۔ کیونکہ ہم تو اس بات کے قائل ہیں کہ:۔ لیہلک مَنْ ھَلَکَ عَنْ بَیِّنَۃٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَۃٍ۔ ذیل میں ہم اپنے ایک ہندوستانی دوست کے چند سوالات درج کر رہے ہیں۔ سوالات اپنی نوعیت کے اعتبار سے اہم اور وقیع ہیں اور ہمارے مفکرین کے لئے سوچ کی ایک راہ کھولتے ہیں۔ (ادارہ)

استفسارات

نمبر ۱۔ کیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا میں خدا کا کوئی سچا مذہب تھا۔ اگر تھا تو کیا وہ صرف عیسائیت اور یہودی مذہب ہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو باقی تو میں کیا شمار کی جائیں گی؛ دوسری اقوام میں جو نیک طبع اور نیکو کار لوگ گذرے ہیں یا اب بھی موجود ہیں اُنکے متعلق آپکا کیا خیال ہے۔

نمبر ۲۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا اُن کے پیشرو انبیاء کو اُن کی نبوت سے پہلے کسی پہلے پیغمبر کی اُمّت میں ہوئے بغیر کام چل سکتا تھا؛ یعنی کیا اُنہیں نبوت پہلے نبی کی اُمّت ہونے کے باعث ملی تھی یا یہ کوئی شرطِ نبوت

نہ تھی۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کے بعد جو مجدد دین آتے رہتے ہیں کیا اُن کے لئے بھی ضروری ہے ۔ کہ وہ پیدائشی طور پر مسلمان ضرور ہوں۔

نمبر ۳۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپکی ازدواج مطہراتؓ کی شادی کس کے حکم سے بند ہوئی تھی ۔ خدا کے حکم سے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے کہے سے ۔ اگر خدا کے حکم سے مناہی تھی ۔ تو ان بیواؤں کی جو فطری جنسی خواہشات تھیں کیا خدا نے اُس کو ختم کر دیا تھا یا اُن کو قدرت کی اس جبری قوت یعنی جنسی خواہش کے خلاف ہر وقت جنگ کرنی پڑتی تھی ۔ فطرت کا مذہب اور جمہوری دین ہونے کا جو دعویٰ اسلام کا ہے کیا ایک ایسا حکم اُس کے خلاف نہیں جاتا۔

نمبر ۴۔ غلام کو آزاد کرنے سے بلاشبہ بہت ثواب ہے ۔ لیکن اس سے قطع نظر اسلامی قانون میں غلام رکھنا چنداں گناہ کی بات نہیں ۔ کیا وجہ ہے کہ غلامی کو قرآن نے قطعی طور پر منع نہیں کیا ۔ جس دستور میں غلامی کو صریحاً ختم کر دیا گیا ہے کیا وہ اسلامی شریعت سے اعلیٰ اور بہتر ہونیکا حقدار نہیں ۔

نمبر ۵ قانون وراثت کو ماننا انفرادی جائیداد اور ذاتی ملکیت کو تسلیم کرنا ہے ۔ اور ذاتی ملکیت کی موجودگی میں ذخیرہ اندوزی اور استحصال ناجائز کے رجحانات فروغ پاتے ہیں ۔ یہ رجحان اگر اسلام کا فطرتی دین پسند نہیں کرتا ہے ۔ تو تقسیم دولت کا اس سے بہتر کوئی طریقہ جو انصاف پر مبنی ہو ممکن ہے یا نہیں ۔ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر انسان اور انسان میں اور طبقات کے درمیان ایک نہ ختم ہونیوالا سلسلۂ جنگ فطرتی اور لازمی ہے یا نہیں ۔ اگر آپ فرمائیں کہ تحریص اور ترغیب کے لئے ایسا ہونا چاہیئے تو پھر ہمیں یہ ماننا پڑے گا ۔ کہ خدا اپنے نظام کے اندر غریب اور امیر یعنی خیرات لینے والا اور خیرات دینے والا اس تفریق کو قائم اور دائمی رکھنے پر مجبور ہے ۔ کیا اس سے لینے والے کی خودداری پر خدا نے چوٹ نہیں لگائی ۔

نمبر ۶ ہم یہی سنتے آئے ہیں ۔ کہ مرزا صاحب عیسائیت کے خلاف اسلام کو غالب کرنے کے لئے تشریف لائے تھے ۔ مگر دنیا کے ہر گوشے سے اشتراکیت کو انسانیت اور مذاہب کا دشمن کردانا جا رہا ہے اشتمالی منشور یعنی کمیونسٹ مینی فسٹو ۱۸۴۸ء میں شائع ہوا ۔ اور مرزا صاحب اُس کے بہت بعد

۱۸۸۹ء میں مبعوث ہوئے۔ اور آپ کی مجددیت کا دور اب بھی چل رہا ہے۔ پیشگوئی کی کوئی ضرورت نہیں مگر حالات سے ایسا معلوم ہو رہا ہے۔ کہ اشتراکیت کے سامنے اسلام سمیت ساری دنیا میدان ہارتی جا رہی ہے۔ اس قدر غلبہ شاید کبھی عیسائیت کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ اللہ خود کیا کر سکتے ہیں یا کریں گے اس بحث کو اٹھا رکھئے یا کسی عظیم الشان معجزہ کے امکان کو بھی رہنے دیجئے ان سے قطع نظر خود مرزا صاحب کے فیض سے ہمارے لئے اس بلا کے خلاف کونسا ملجاو ماویٰ ہے۔

نمبر۷ کیا آپ کسی ایسے زمانے کا پتہ دے سکتے ہیں۔ جب اسلامی نظام تمام و کمال زمین کے کسی خطہ پر نافذ تھا۔ اُس نظام کے تحت کتنے لوگ بستے تھے۔ کیا اُس محدود دائرے کے نظام کو آج بین الاقوامی دور میں بنی نوعِ انسان کا واحد نظام بنایا جا سکتا ہے۔

نمبر۸ دنیا کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ صاف نظر آتا ہے۔ خیر کے معیار کا دارومدار ایسی شخصیت پر ہے۔ جو دوسرے تمام خیالات اور افکار کو جو اُس کی راہ میں حائل ہیں توڑ پھوڑ کر اپنی قوتِ ارادی سے ایک نیا معیار و نظام قائم کر دے۔ ایسی شخصیتیں ایک طرح سے انسان کو ناجائز طور پر استعمال کرتے ہوئے اپنا کام بناتی رہتی ہیں۔ ان کو چاہیں تو آپ مافوق البشر یعنی SUPERMAN کہہ لیں چاہے DICTATOR یعنی آمر کہہ لیں تاریخ انہی لوگوں کی تخلیق ہے۔ نہ صرف یہ لوگ خود بلکہ اپنے لوگوں کے سچے پیار ماننے والے بھی اُن کے نام پر عوام الناس کو ناجائز (EXPLOIT) طور پر استعمال کرتے رہتے ہیں۔ آج گاندھی جی کے نام کے حوالے سے گاندھی کے متبعین اور چیلے ہندوستان میں اپنا کام بنا رہے ہیں۔ اور پاکستان میں قائدِ اعظم کے نام کی بھی یہی تاثیر ہے۔ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ بھی ایسا نہیں ہوتا۔ اور کیا آپ بھی اسی قسم کے ایک آمر DICTATOR نہیں تھے۔

نمبر۹ میں ایک اور شبہ بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ مذہب ہمیشہ معجزہ۔ مافوق العادت واقعات الہام۔ وحی۔ کشف اور سب سے بڑھ کر سحر اور استعارات کا سہارا لیتا ہے۔ دنیوی لوگوں کیلئے یہ بہت ٹھوکر کا موجب ہوتے ہیں عوام الناس ان باتوں سے بڑی آسانی کیساتھ EXPLOIT ناجائز استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح [illegible] کی تقریریں بار بار [illegible] زندگی کے [illegible] کسی [illegible] نظر نہیں آتا۔

عزیز محترم و معاج! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا مکتوب ۱۱ رماہ حال پیش نظر ہے - میں آپ کے مکتوب گرامی کا جواب اُسی زبان میں دینے سے معذور ہوں جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے - بے شک یہ بات قابل افسوس ہے۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ اب سالہا سال سے مجھے بنگالی زبان میں لکھنے پڑھنے سے واسطہ نہیں پڑا - علاوہ ازیں جن مسائل کا آپ نے ذکر فرمایا ہے وُہ خالصاً مذہبی اور نہایت فلسفیانہ ہیں - اس لئے ان پر روشنی ڈالنے کے لئے وہی زبان موزوں ہوگی - جو سب کے لئے متعارف ہے - میں سمجھتا ہوں - کہ ایک غیر زبان استعمال کرنے کے لئے مجھے اس سے زیادہ استعذار کی ضرورت نہیں -

میں سب سے پہلے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں - کہ آپ کی طرف سے ایسے مکتوب کا صدور میری بہت بڑی خوشی کا موجب ہے - کیونکہ باوجود ان شکوک وشبہات کے جن کا ذکر آپ نے اپنے مکتوب میں کیا ہے - اس مکتوب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل کے متعلق مشوش ہیں - میں اس پر آپ کو قابل مبارکباد سمجھتا ہوں - اور صمیم قلب سے دست بدعا ہوں - کہ اللہ تعالےٰ آپ کو اس میں استقامت بخشے - اور اسلام کے لئے بیش از بیش درد عطا فرمائے - آمین -

اب میں ذیل میں سلسلہ وار آپ کے سوالات کو لیتا ہوں - اور جہاں کہیں وضاحت کی ضرورت نہ ہوگی اختصار سے کام لوں گا - وما توفیقی الا باللہ -

(۱) یہ تو غالباً آپ کو معلوم ہی ہے کہ نسل آدم کی قومی زندگی میں انبیا کا ایک دور چلتا ہے - اس سے ظاہر ہے کہ بنی نوع انسان کے ہر طبقہ میں متعدد انبیا آئے اور وہ اپنی امت کی ہدایت اور دینی رہنمائی کے لئے خدا کی طرف سے صحیفے یا کتب بھی لاتے رہے -

لہذا ہر ایک قوم جو اپنے ضابطہ اخلاق کو کسی قسم کے آسمانی صحیفہ سے منسوب کرتی ہے اہل کتاب ہی سمجھی جائیگی - خواہ وہ صحیفہ محرف ومبدل ہو یا اصالتاً ناپید ہو چکا ہو - قرآن مجید میں جو اہل کتاب کا خطاب وارد ہے - اس میں یہود اور نصاریٰ کا ہی اجارہ یا خصوصیت نہیں -

جہاں تک افراد کا سوال ہے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ہر ایک انسان کو طاقت ہے کہ وہ اُن روایات ورسوم

کے حجابوں کو جو اس کے اور صداقت کے مابین حائل ہیں چاک کر دے۔ تو اس اصول کے بنانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ کہ خواہ کوئی صحیفہ ہو یا نہ ہو کوئی باقاعدہ مذہبی ضابطہ ہو یا نہ ہو دنیا کا ہر متنفس خواہ مرد ہو یا عورت اس صداقت کو پالینے کی اہلیت رکھتا ہے۔ جو خدا نے بزرگ نے اپنے سب سے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرمائی۔ اور جب یہ صورت ہے تو اگر وہ سچے مذہب کے جھنڈے کے نیچے نہیں آتا تو اس کی ذمہ داری خود اس پر عائد ہوگی۔ لیکن اسلام تمام اقوام کے لئے رحمت بنکر آیا ہے۔ اس نے اس بارہ میں ایک بڑا وسیع اصول پیش کیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی طاقت سے بڑھکر بار نہیں ڈالتا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر انسان فی الواقعہ مخلص ہے اور سچائی کو پالینے کے لئے وہ پوری پوری کوشش کرتا ہے۔ لیکن بمقابلہ ان کثیر موانع کے جو اس کے رستہ میں حائل ہیں وہ فطری طور پر کمزور واقع ہوا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کے معاملہ میں نرمی سے کام لے گا۔ یہ اصول افراد پر بھی حاوی ہوتا ہے اور ان طبقات پر بھی جن کا ذکر آپ نے اپنے مکتوب میں کیا ہے۔ یعنی ہندوؤں اور روس کے باشندوں پر +

(۲) یہ ضروری نہیں کہ جو شخص خدا کی طرف سے مامور ہو کر آئے وہ ضابطہ مذہبی روایات کے اندر ہی پیدا ہو اگر ایسا ہوتا تو جیسا کہ آپ نے بجا طور فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور ہمارے نبی اکرم صلعم کے نبی ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔ ہاں یہ درست ہے کہ تاریخ مذہب کی ایسی بڑی ہستیاں اپنی روحانی استعدادوں سے مؤید ہو کر بڑی آسانی سے ان مذہبی روایات کو شناخت کرتی ہیں۔ اور ان پر عمل پیرا ہو جاتی ہیں جو اعتقاد اور عمل کے لحاظ سے اور مذاہب کی نسبت درست اور پاکیزہ ہو۔ لیکن یہ ایک جداگانہ امر ہے۔ شاید آپ کو علم ہوگا۔ کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام نبوت پر فائز ہونے سے قبل معاملات میں عیسائی روایات نہیں بلکہ یہودی روایات کو ترجیح دیتے تھے۔

ان واقعات سے ہم یہ استنباط کر سکتے ہیں۔ کہ یہ ضروری نہیں کہ آنے والا مجدد مسلمانوں کے کسی خاندان میں سے پیدا ہو ہاں یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ عنفوان شباب سے ہی اسلامی علوم سے استفادہ حاصل کرے۔ یہ امر آپ کے لئے موجب دلچسپی ہوگا۔ کہ ہمارے حضرت صاحب خاتم الخلفا بھی ہیں یعنی آخری

خلیفہ - اس کے معنی بدیہی طور پر یہ تو نہیں ہیں - کہ آپ کے بعد کوئی خلیفہ نہیں ہوگا - کیونکہ یہ تو خود آپ کی مصلح موعود والی پیشگوئی کے منافی ہوگا - جو آپ نے الہام کی بنا پر کی ہے - اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ آپ ان مجددوں میں سے آخری ہیں - جو مسلمانوں کی کسی ایک یا دوسری نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور آنے والا مصلح موعود اس نسل سے تعلق رکھے گا - جو مذہب اسلام سے روایتی طور پر تعلق نہیں رکھتی ہوگی -

(۳) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج مطہرات کے لئے نکاح ثانی قرآن مجید کی ایک صریح آیت کی رُو سے ممنوع ہے جس کے الفاظ یہ ہیں -

ولا ان تنکحوا ازداجہٗ من بعدہٖ ابداً (سورۃ الاحزاب آیت ۵۴)

یعنی تمہیں مناسب نہیں کہ اس کی بیویوں سے اس کے بعد کبھی نکاح کرو -

اس پر آپ نے جنسی تعلقات کی جمہوریت اور نفسانی تقاضوں کا سوال اٹھایا ہے - یہ مسئلہ ذرا گہرا ہے - اور اس میں تصوف کا رنگ پایا جاتا ہے - مختصراً عرض ہے کہ عباد الرحمٰن جن میں جمیع انبیا شامل ہیں مسلسل زہد و اتقا اور نفس کشی کی وجہ سے ایک ایسی منزل پر پہنچ جاتے ہیں کہ جہاں ان کے جذبات نفسانیہ حیوانیہ کا قطعی قلع قمع ہو جاتا ہے - وہ کلیتہً خدا کے تصرف میں چلے جاتے ہیں - یا اگر موجودہ زمانہ کی اصطلاح استعمال کی جائے تو یوں کہنا چاہیئے کہ خدا ان کو requisitioned کر لیتا ہے - بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیئے کہ مرنے سے پہلے ہی ان کی دنیوی زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے - اور یہی معنی ہیں اس مشہور و معروف قول کے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ موتوا قبل ان تموتوا -

یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ -

یہ اس روحانی حقیقت کے عدم علم کی وجہ سے ہے کہ آزاد خیال لوگ اور بعض اوقات مذہب کے ماننے والے بھی خدا کی ان پاک ہستیوں کے افعال و اعمال کے متعلق اعتراضات کرتے رہتے ہیں - حضرات امہات المومنین کو خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت دی تھی - اس لئے ان کو اس موت کا جس کا ذکر قول بالا میں ہے - یعنی جذبات کی موت کا خوب تجربہ تھا - اس ضمن میں ایک غلط فہمی کا ازالہ

بھی ضروری ہے کہ عباد الرحمٰن کو اس موت کا تجربہ کر لینے کے بعد بھی اس عالم ہست و بود میں زندگی بسر کرنے کی اجازت ہی نہیں بلکہ حکم ہے لیکن یہ زندگی اب اپنی مرضی کے مطابق بسر کرنے کی اجازت نہیں بلکہ کلیتہً لاشئے یا ناچیز بنکر۔ اپنی کسی خواہش کا اس میں دخل نہ ہوگا۔ بلکہ ہر فعل و حرکت میں خدا کا ہاتھ دیکھنا ہوگا۔ کہ جس طرف وہ چلائے اسی طرف چلنا ہوگا۔ ایسے نفس مزکی مطہرہ کی جنسی زندگی بھی اسی قاعدہ کے ماتحت منضبط ہوگی۔ وہ اس کو اختیار کرتے ہیں۔ جب کہ ان کو ایسا کرنے کا حکم ہوا اور اس کو ترک کر دیتے ہیں جبکہ ایسا حکم ہو۔ لیکن نہ تو اول الذکر حالت اختیار کرنے میں ان کی طبائع میں اہتزاز واقع ہوتا ہے اور نہ موخر الذکر حالت میں کوئی یاس یا حسرت ان کے قریب پھٹکتی ہے۔ قلب انسانی کی اس حالت سے وہی لوگ شناسا ہو سکتے ہیں۔ جو اس راستہ کے سالک ہوں۔ یہی وہ کیفیت ہے۔ جس کے متعلق جناب مسیح علیہ السلام نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا کہ

"میں اس دنیا میں ہوں مگر اس دنیا کا نہیں ہوں"

طوالت کے خوف سے میں ابھی اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی اس موضوع پر جو میں نے کتاب لکھی ہے وہ آپکی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو حالات صحیحہ کا علم ہو سکے گا۔ فی الجملہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو نکاح ثانی سے روکنا کوئی غیر فطرتی اور غیر جمہوری امر نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو ان کے لئے بلند مقام تجویز کرتا ہے۔ یہ بہت قربانی اور دنیا سے اخلاق کی بہت بڑی قدر ہمت ہے۔ لوگ عموماً اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ یہ قربانی ازدواج نبوی پر زبردستی نہیں ٹھونسی گئی۔ نبی صلعم کے نکاح میں رہنے کے لئے اس قربانی کی پہلے سے ہی قید لگا دی گئی تھی۔ (ملاحظہ ہو قرآن شریف سورۃ الاحزاب آیات ۲۸-۲۹)

(۴) شاید یہ امر آپ کے لئے موجب انقباض ہوگا کہ جہاں تک میری تحقیقات کا تعلق ہے۔ غلامی کی رسم کو مہذب سوسائٹی میں ایک مستقل صورت دینی چاہیئے۔ کیا آپ کے نزدیک کسی متشدد اور ظالم قوم کا بغیر کسی وجہ کے ایک امن پسند قوم پر حملہ کر دینے اور امن عامہ میں نقص پیدا کرنے اور قوموں کی آزادی اور کلچر کو تباہ کرنے کی کوئی سزا نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر انفرادی جرائم کی سزا جس سے اصلاح مقصود ہو

آپ صحیح مانتے ہیں تو آپ ایسی سزا کسی قوم یا جماعت کے لئے صحیح ماننے سے کیوں احتراز کرتے ہیں؟
اسلام اس بات کو خوب سمجھتا ہے کہ نقص امن کی مرض پھیلتے پھیلتے دوسروں کو بھی ملوث کر لے گی جو بالآخر دنیا کے لئے بہت مضر اور مہلک ثابت ہوگی۔ پر امن فضا پیدا کرنے کے لئے ایسی شورہ پشت جماعتوں کو منتشر کرنا ضروری ہے۔ ورنہ جس طرح طاعون کی مرض چھوت چھات سے پھیل کر انسانوں کی ہلاکت کا موجب ہوتی ہے اسی طرح یہ نقص امن کی مرض پھیل کر خلق خدا پر اس دنیا کی زندگی کا بسر کرنا دوبھر کر دے گی۔ ایسے دماغی اعوجاج کے مریضوں کو اگر ایک جگہ رہنے کی اجازت دی جائے خواہ وہ دریائے رائن کے کنارے ہوں یا برطانیہ یا روس کے جیلخانے ان کے دماغی مرض کا علاج ناممکن ہے
میں ایک الگ پیکٹ میں اسلامک ریویو ماہ اگست ۱۹۳۷ء آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں جس میں اسی موضوع پر میرا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ براہ مہربانی آپ اسکو بغور مطالعہ فرمائیں اور اگر کوئی سوال پیدا ہو تو اس کے متعلق مجھے مطلع فرمائیں۔

(۵) ذاتی ملکیت اور حصول دولت کی خواہش کے متعلق جو آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ میں ان دونوں امور کو طبعی سمجھتا ہوں۔ اگرچہ اس معاملہ میں انسان انسان کے درمیان کوئی جنگ وجدل نہیں ہونا چاہئیے لیکن ایک صالح قسم کا تقابل Competition ضرور ہونا چاہئیے۔ اور یہ تقابل زندگی کے صرف مادی حلقوں میں ہی نہیں ہونا چاہئیے۔ بلکہ دوسری تمام صورتوں میں بھی ہونا چاہئیے۔ کیونکہ اس میں انسانی زندگی مضمر ہے۔ آپ خود خیال فرما سکتے ہیں۔ کہ تقابل کے بغیر زندگی زندگی نہیں رہے گی۔ بلکہ اسے موت کے نام سے تعبیر کرنا زیادہ موزوں ہوگا۔ گویا یہ ایک بے جان مشین سمجھی جائے گی۔ ایک کشتی میں جب ایک پہلوان کچھاڑ اجاتا ہے اور وہ خاک پر گرا ہوتا ہے وہ بھی اپنے اندر زندگی محسوس کرتا ہے۔ تو یہی اصول اقتصادی زندگی کیوں منطبق نہ کیا جائے۔ شومئی قسمت سے ہمارے اس زمانہ میں زندگی کے اصول معکوس ہو گئے ہیں۔ اور ان میں سے ایک معکوس اصول مفلسی کے متعلق ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہندوؤں کی روایات میں ہے کہ پرانے زمانے کے رشی باقاعدہ تپوں کے بعد بستیوں میں جاتے اور آسودہ حال لوگوں سے بھکشا لیتے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی

فرمایا ہے۔

الفقر فخری یعنی فقر میرا فخر ہے۔

اگر ہم آج لوگوں کے اذہان میں زندگی کی اقدار تبدیل کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور لوگوں کو محسوس کرادیں کہ خیرات صدقات دینے۔ غربا کی امداد کرنے میں ان پر کوئی مہربانی نہیں بلکہ یہ ایک فریضہ ہے جو بجا لانا ہے اور یہ حقوق ہیں جو ادا کرنے ہیں۔ (قرآن مجید میں اس بارہ میں لفظ حق ہی استعمال ہوا ہے) تو کوئی شخص محسوس نہیں کریگا۔ کہ غربت یا مفلسی کوئی معیوب چیز ہے۔

میں اس واقعہ پر اس بات کو بھی صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ کوئی انسانی طاقت یا کوئی اور طاقت جو اس کے علاوہ ہو اس تفاوت کو جو سوسائٹی میں مالی تفوق کی بنا پر پائے جاتے ہیں مٹا نہیں سکتی۔ غایت مافی الباب جو ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ان اقتصادی تفریقات کو اخلاق اور عقل کے ذریعے استوار کر دیا جائے۔ غالباً آپ کو علم ہوگا کہ آج کل کے سویٹ روس میں اقتصادی تفریقات اس قدر متنوع ہیں جسقدر کہ دوسرے ممالک ہیں۔ حالانکہ وہاں مارکس کے خیالات اور تعلیمات کی اشاعت اور تدوین کو ۴۰ سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔

(۶) جیسا کہ آپ کو علم ہے اشتراکی تحریک عیسائیت کے مسخ شدہ تصورات کا لازمی نتیجہ ہے۔ زمانہ حاضرہ میں ترقی پسند جمہور میں اصلاح تمدن کے لئے شعور پیدا ہوا۔ اس کا تصادم عیسائیت کے مذہبی اصول سے لازمی تھا۔ لیکن عیسائی اصول کی بے بضاعتی اس تصادم کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اشتراکیت معرض ظہور میں آئی۔ اگر یوروپ کا مذہب اسلام ہوتا تو اس تحریک کے ظہور کا کوئی امکان نہ تھا۔ اب یہ تحریک مغربی تہذیب کے لئے کوس رحلت ہے اور جمہور کے لئے پیغام اجل۔

ہمارے حضرت میرزا صاحب نے دجال کا ذکر کیا ہے۔ وہ وقتاً وقتاً مذہب عیسائیت کی طرف ہی اشارہ کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت انہیں اُن تصورات اور طریق فکر کی تردید مدنظر ہے جو مغرب میں پائے جاتے ہیں۔ آپ کے لئے یہ امر موجب دلچسپی ہوگا۔ کہ جب حضور کو یہ خبر پہنچی کہ اشتراکیوں نے مذہب اور خدا کو الوداع کہہ دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ "پہلے تختی صاف ہو۔ تو پھر جو کچھ لکھا جائے گا۔ وہ

... یہ تھا - کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ جن تصورات میں مغرب مبتلا ہے - ان سے اس کا پاک وصاف ہونا ضروری ہے اور یہ کام اشتراکیت کے لئے مقدر ہے - پس ہمارا خیال یہ ہے کہ اشتراکیت نے بھی اپنا کام کرنا ہے اگرچہ وہ تباہ کن ہو - جب یہ تباہی مکمل ہو جائے گی - تو اسلام اپنے قدم جمائے گا - اور از سر نو تعمیری کام شروع ہوگا - اس لئے اشتراکیت کی تحریک کوئی وجہ خطرہ نہیں ہے - سوال کے دوسرے پہلو کو لیتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اشتراکیت کا لب لباب یہ ہے کہ بنی نوع انسان کی عمرانی ضروریات کے لئے عقل کی رہنمائی ہی کافی ہے -

جو شخص اس سوال پر نظر تعمق ڈالے گا - اس کو معلوم ہو جائے گا - کہ اشتراکیت کے اس نظریہ کا ماخذ یونیٹرین عقیدہ ہے جس کی تعلیم کی رُو سے انسانی عقل کو ہی من کل الجہتہ مکتفی قرار دیا گیا ہے - حقیقت یہ ہے کہ اشتراکیت محض ایک ہی نظریہ نہیں بلکہ زندگی کے مختلف پہلوؤں پر کئی ایک نظریات کا مجموعہ ہے - جو مختلف جگہوں میں مغرب میں پروٹسٹنٹ مذہب کی تحریک میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوئے اور یہ ایک لحاظ سے کلیسائی تعلیمات کے تشدد و استبدادیت کے خلاف انسانی دماغ کے احتجاج کا ایک کرشمہ ہے - عیسائیت کا یہ عقیدہ کہ اس پر بغیر چون وچرا اور بغیر کسی دلیل و برہان کے ایمان لایا جائے اُن متشددانہ عقائد میں سے ایک ہے - اور اس کے خلاف یونیٹرین کلب کا احتجاج بالکل قدرتی تھا - لیکن یہ عقیدہ ترقی کرتے ہوئے کارل مارکس کی تحریک کا اصول بن گیا - کہ قوانین معاشرہ کو انسانی عقل بخوبی دریافت کر سکتی ہے -

اس نظریہ کے خلاف حضرت مرزا صاحب نے جو تعلیم دی وہ یہ تھی کہ صرف خدا کی وحی ہی ہے - جو بنی نوع انسان کی ہدایت کی ضامن ہے - آپ نے آواز بلند فرمایا کہ انسانوں کے خود وضع کردہ تمام منصوبے ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں اور اس بین الاقوامی اور علمی زمانہ میں قرآن مجید کے قوانین ہی دنیا میں حقیقی امن اور راحت پیدا کرنے کے موجب ہو سکتے ہیں -

وحی کی اہمیت پر زور دینے اور جمہور کو اس پر یقین دلانے کے لئے حضرت مرزا صاحب اپنے الہامات اور کشوف جو وقتاً فوقتاً آپ کو ہوئے اور جن میں واقعات عالم کی پیشگوئیاں تھیں .....

باالتزام شائع فرماتے رہے۔ اس طرح سے آپ نے اشتراکیت کا قبل از وقت ہی انسداد کر دیا۔ اور اس کے اصول کی تردید کر دی۔ چونکہ وحی کا مسئلہ خدا کی ہستی سے بہت گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اور خدا کے بغیر وحی ایک بے معنی چیز ہے حضرت مرزا صاحب نے اشتراکیت کے دوسرے نظریئے کی ضمناً تغلیط اور تردید کر دی کہ خدا ایک وہم ہی وہم ہے اور مذہب ایک وسوسہ ہی وسوسہ ہے۔ حضرت صاحب نے اپنی ذاتی شہادت سے ثابت کیا کہ خدا کا تخیل ہماری زندگیوں کا ایک زندہ عنصر ہے۔ بلکہ یہ ہماری اصل زندگی اور ہماری سرگرمیوں کا اصل منبع اور سرچشمہ ہے۔

(۷) وہ زمانہ جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں جمہور کے معاملات کو طے کرتے اور ان کی رہنمائی فرماتے اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ کا زمانہ خلافت جس میں اسلام تمام جزیرہ نمائے عرب میں مستحکم ہو گیا۔ پھر اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کا عہد خلافت جب اسلام عرب سے نکل کر مصر اور ایران پر قابض ہو گیا۔ یہ عہد زریں منفقہ طور پر اسلامی گورنمنٹ اور اسلامی نظام تمدن کا بے نظیر زمانہ تھا۔ لیکن اس کے بعد انحطاط کا دور شروع ہوتا ہے۔ غیر اقوام کے تاثرات اسلامی تصورات پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ لیکن اسلام آسانی سے ان کے سامنے دب جانے والا نہ تھا۔ اس نے بڑی سختی سے مقابلہ کیا۔ اور مقابلہ کرتا رہا۔ اور پیچھے نہیں ہٹا۔ صلیبی جنگوں کے دوران میں ہی اس کے اندر اخلاقی قوت کی کمی نہ تھی۔ جس سے ایک دنیا محو حیرت تھی۔ لیکن اس کے بعد اسلامی اقدارِ زندگی غیر اسلامی خیالات کے حملوں کے سامنے جھکنا شروع کر دیتی ہیں۔ مسلم معاشرہ میں جو اعلیٰ باتیں تھیں وہ مفقود ہو گئیں۔ اس کے ساتھ ہی ثانوی حیثیت کے اسلامی اصول کو غیر مسلم اقوام نے اپنا لیا جس سے ان کو تو فائدہ پہنچ گیا۔ مگر یہ مسلمانوں کے لئے باعث نقصان ثابت ہوا۔ حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ نیکی اور بدی کی اس جنگ کے اندر بدی کچھ عرصہ کے لئے نیکی پر غالب آ جاتی ہے۔ لیکن اس کے بعد جلدی ہی بدی میں انحطاط کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں اور نیکی پھر اپنی پوری شان سے غالب آ جاتی ہے۔ یہ اشتراکیت کا ظہور مقدم الذکر (یعنی بدی کی) کی علامت ہے۔ اور احمدیت کا ظہور موخر الذکر کی نشانی ہے۔ نیکی اور بدی کی اس جنگ کو اس طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ ابتدا میں اسلام کی صداقت نے بنی نوع انسان کو عالم طفولیت میں پایا۔ یہی امر کہ دنیا میں کہیں مذہبی رواداری نہیں پائی جاتی تھی۔ اور تمام مذہبی دلائل

کے ساتھ ساتھ تلوار کا وار بھی چلتا تھا۔ ہمارے بیان کی صداقت پر دلیل بین ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اسلام کو ہر جگہ تلوار کے سائے کے نیچے جانا پڑا۔ ابھی نسل انسانی کی ذہنی آزادی کا دور آنے والا تھا۔ عدل عمرانی کے اسلامی اصول کی حکومت کا سکہ ہر کہ دمہ کے لئے مروج ہونے والا تھا۔ لیکن اس وقت سے لیکر اب تک اس میں بہت ترقی رونما ہو چکی ہے۔ عمرانی عقلیات اور قوائے شعوریہ میں پختگی واقع ہو چکی ہے۔ مذہبی مباحث اور مذہبی فلسفہ کے لئے اب فوج یا پولیس کی طاقت کی ضرورت نہیں۔ یورپ میں عمرانی اصول کے تجربات ظاہر کرتے ہیں کہ انسانی دماغ ان اصولوں کو عقل وعلم کے معیار پر سمجھنے کے لئے آمادہ اور مستعد ہو چکے ہیں۔ علم طبیعات اور علم النفس میں تفحص یورپین مفکرین کو ان منازل پر لے گیا ہے۔ جہاں خالص عقل کی رسائی نہیں۔

پس اسلامی صداقتیں اور اسلامی اصول تمدن جنہیں کسی وقت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی تلوار کی ضرورت تھی اب ایک رواداری اور خیرسگالی کی فضا میں نسل انسانی سے خراج تحسین حاصل کر رہی ہیں۔ ظہور اسلام کے وقت جمہور اس کے صحیح مفہوم کو سمجھنے سے قاصر رہے مگر اب دوسری صورت ہے اور جو کچھ وہ اب سمجھے ہیں وہ زیادہ پائیدار ثابت ہوگا۔ اور زیادہ مؤثر ہوگا۔ اس امر کے بیان کرنے کی بھی ضرورت نہیں کہ اسلام کے متعلق جو کچھ یہ لوگ سمجھے ہیں۔ وہ اپنی نوعیت میں بہت وسیع ہے۔ جس کا مسلمانوں کی ابتدائی نسلوں کو تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

آخیر میں آپ نے رجل عظیم اور تاریخ انسانی میں اس کی آمرانہ حیثیت کے متعلق سوال اٹھایا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ حقیقی رجل عظیم اور تاریخ انسانی میں اسکی آمرانہ حیثیت کے متعلق سوال اٹھایا لیکن افسوس ہے کہ آپ نے حقیقی رجل عظیم اور نیٹشے کے مصنوعی رجل عظیم کے تصور کو بھی خلط ملط کر دیا ہے۔ حقیقی رجل عظیم جو انبیا اور مجددین ہوتے ہیں۔ وہ انانیت سے پاک ہوتے ہیں۔ اور وہ بار بار ایسا نہیں۔ ایک نئی زندگی ملتی ہے اسطرح سے انکی آمرانہ گرمیوں کی تہ کے نیچے درحقیقت خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جو اپنے بندوں پر نہایت رحیم وکریم ہے۔ اور جو تمام تخلیقی طاقتوں کا منبع اور مبدا ہے اس کے برعکس یہ مصنوعی ڈکٹیٹر جن کا ہمیں اپنے زمانہ میں ہی تجربہ ہوا ہے۔ وہ انانیت اور جذبات حیوانیہ سے پاک نہیں ہوتے۔ اور اسی وجہ سے بنی نوع انسان کے لئے بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت

باقی صفحہ ۴۸۲

معلمات القرآن

(قرآن کی قسمیں)

جناب سید شاہ محمد قادری شطاری صدر مدرس جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن

سب سے پہلے سورہ الصافات

وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا o فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا o فَالتّٰلِیٰتِ ذِکْرًا o اِنَّ اِلٰھَکُمْ لَوَاحِدٌ o الخ

قسم ہے بہترین صف بندی کرنیوالی فوجوں کی پھر شرارتوں اور بداعمالیوں سے روکنے والی پولیس کی ۔ پھر ان ادارہ جات تعلیمی وصحافت کی (یعنی "پریس وجرائد" کی) جو پڑھ سنانے والے ہیں پند ونصیحت کی ان باتوں کو جو قومی فرائض و واجبات دینی و دنیوی کی یاددہانی کرتی ہیں ۔ بے شک اس وقت تمہارا حاکم و بادشاہ حقیقی ایک ہی ہوگا یعنی خدا ۔

سب سے پہلی سورہ جس کو قسم سے شروع کیا گیا ہے ۔ وہ یہی سورہ صافات ہے ۔ اس میں جن تین چیزوں کی پیشین گوئی کی گئی ہے ۔ وہ تین قسم کے صیغے وادارے ہیں جو قوم کو قوم بنانے والے اور قومی زبردست منظم حکومت قائم کرنے والے ہیں ۔ سب سے پہلے فوجی ادارہ وصیغہ ہے ۔ جس کے بغیر کوئی زبردست حکومت قائم نہیں ہوسکتی دوسرا ادارہ پولیس کا ہے ۔ جس کا فرض رعایا میں امن وامان قائم کرنا اور بدامنی شر وفساد اور بے آئینی کو روکنا ہے ۔ ظاہر ہے کہ کسی آئینی باضابطہ زبردست حکومت کا قیام اس کے بغیر نہیں ہوسکتا ۔ تیسری چیز تعلیمات کا صیغہ اور صحافت (پریس) ہے ۔ کوئی قوم قائم و دائم نہیں رہ سکتی ۔ جب تک کہ وہ اپنی قومی کلچر وتہذیب و

ثقافت کو نہ پھیلائے - جڑ بنیاد قومی حکومت کی یہی ہے - اس سے استحکام قومی حکومت کا ہوسکتا ہے - ورنہ فوج اور پولیس رہ کر بھی کوئی استحکام نہ ہو سکے گا اور حکومت معرض خطر میں پڑی رہے گی -

علم کی اہمیت

واضح ہو کہ تعلیم درحقیقت قوم بنانے والی مشین ہے محکمۂ تعلیمات یا کالج و یونیورسٹی و اسکول درحقیقت وہ قالب و کارخانے ہیں جن میں قوم کے افراد اور قومی پتلے ڈھلتے ہیں جس قسم کی قوم تیار کرنی منظور رہو - اسی قسم کی تعلیم دی جاتی ہے یا دی جانی چاہئے - جرمنی میں جرمن قومیت کے افراد پیدا کئے جاتے ہیں - اور انگلستان میں انگریز قومیت کے افراد جاپان میں جاپانی قومی مفاد کے پتلے کھڑے کئے جاتے ہیں علیٰ ہذا القیاس

مسلمان سارے حقائق و فلسفوں سے عاری ہیں

مسلم قوم جہاں حیات انسانیہ کے تمام فلسفوں کو بھول گئی - وہاں اموی راج میں تو تمام دینی فلسفوں کو بھی بھول گئی - مغز سے ناواقف رہکر پوست و استخوان ہی کو دین سمجھ لیا - کیونکہ یہ قوم خوشی سے مسلمان نہیں ہوتی تھی - بلکہ فتح مکہ کی مجبوری سے مسلمان ہوئی تھی - اور پھر حضرت کی وفات کے بعد ارتداد کے کنارہ پر کھڑی ہوگئی تھی - خدا حضرت سہیل بن عمرو ابن البیصاء رضی اللہ عنہ کو جزاء خیر دے کہ وہ مکہ میں قریش کو جمع کر کے کھڑے ہوئے اور ان کو عربی وفاداری اور ایفاء عہد کی غیرت و شرم دلا کر کہا کہ سب سے بعد اس دین کو قبول کر کے سب سے پہلے ارتداد، یہ تمہاری قومی غیوری کے خلاف ہے - غرضکہ انہوں نے قریش کو سنبھال لیا یہ قریش کون تھے؟ ان کی اکثریت بنی امیہ کے خلفاء ہی کی تھی - جو فتح مکہ تک مسلمان نہ ہوئے تھے - اب بتائیے کہ ایسی قوم نے جب حضرت عثمانؓ کی نرمی و حیاء اور بنی امیہ کی حمایت کو دیکھا تو ان کو مغلوب بنا لیا اور تمام جز و کل پر چھا گئی - حتیٰ کہ بڑے بڑے جلیل القدر اصحاب کو گورنریوں سے اتار کر بنی امیہ کے فاسق تاجروں کو گورنر بنا دیا - یہ دین کے مغز سے کورے تھے - ظاہر ہے اور پوست و استخوان پرستی پر اتر آئے - رعایا پر اس کا اثر پڑنا ضروری تھا اور پڑا - حضرت مولیٰ مرتضیٰ اور ان کے آل و اصحاب نے اس

دین کے رخنہ کو بہتیرا بند کرنا چاہا مگر خوارج لعنہم اللہ کے فتنہ نے انہیں کامیاب نہ ہونے دیا۔ حضور مولی مرتضی کے بعد شیطانی استبدادیت یعنی حسب حدیث بادشاہت عضوض (کاٹ کھانے والی بادشاہت) پیدا ہوگئی مسلمان بجز اہل اللہ اور علمائے ربانین کے خدا پرستی اور نیک کرداری سے بتدریج ہٹنے لگے۔ اور فرقہ پرستی اور بین الفرقی عصبیت کو ہی دین سمجھنے لگے ہیں۔

(تنبیہ) قاعدہ ہے کہ علماء ہی کی پیروی کی جاتی ہے۔ جب ملاؤں نے دسترخوانی ... بنکر شاہ پرستی کے میدان عام کو اور مضبوط کر دیا تو نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا کہ عامۃ الناس خدا پرستی بھول گئے اور شاہ پرستی اور حکومت پرستاری پر بری طرح گرے۔

مسلمانوں کی تعلیم فرقہ واری عصبیت میں ڈوب گئی

مسلمانوں کی تعلیم کا مسئلہ یہ تھا۔ کہ مسلمان بچوں کو وہ تعلیم دی جائے جس سے قومیت اسلامیہ پختہ ہو۔ اور اس قومیت کی ان میں عصبیت وحمایت وغیرت پیدا ہو۔ اس طرح کہ ان میں اپنی قومیت کی بقاء وسلامتی کی خاطر اپنے جان ومال کو قربان کر دینے کا جذبہ شدید پیدا ہو۔ یہ قومیت کیا ہے؟ کوئی نسلی و وطنی قومیت ہے؟ نہیں بالکل نہیں۔ پھر اس قومیت کے کیا معنی ہیں؟ خدا پرستی انسانیت یا یوں کہئے کہ ایمان وعمل صالح کی خدا راج وللہی حکومت کا دنیا میں قائم کرنا شر وفساد کو خونریزی کو بدکرداری کو دنیا سے مٹا کر عالمگیر برادری عالمگیر امن وامان وسکھ چین شانتی مکتی کا دنیا میں پیدا کرنا تاکہ حیوۃ انسانیہ پست زندگی الحیاۃ الدنیا سے نکل کر حیات فردوسیہ (یعنی جنتی زندگی) میں مبدل ہو جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ تعلیم قرآن اور پھر اس کی عملی شرح حدیث ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مدار ومدار مسلمانوں کی تعلیم کا محض قرآن پاک ہی ہے اور حدیث درحقیقت اسی کی تشریح وتفصیل ہے۔ چونکہ قرآن پاک اور پھر احادیث عربی فصیح زبان میں ہیں۔ لہذا قرآن فہمی وحدیث دانی کے لئے چند علوم آلیہ کی ضرورت ہوئی جن سے قرآن وحدیث کا مطلب واضح ہو لہذا یہ چند علوم آلیہ بھی مثل صرف ونحو معانی بیان ادب واصول استنباط دینی تعلیم کے لئے پڑھائے جانے لگے مگر تیسری صدی ہجری میں فرقہ وارانہ ذہنیت اور مذہب وتقلید کی بنا نازل ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن و

حدیث کی تعلیم چھوڑ کر عامۃ الناس نے ان مذاہب کی تعلیم لینے لگے۔ فقہ و کلام نے قرآن و حدیث کی جگہ لے لی۔ اور قرآن وحدیث کی اصل تعلیم جو ایمان وعمل صالح اور انسانیت صحیحہ وخدا پرستی کی قومیت پیدا کرنے کے لئے تھی۔ وہ فرقہ واری جدلیات وخلافیات کی بھول بھلیوں میں ایسی گم ہوئی کہ آج دینیات کی تعلیم میں اس کا پتہ بھی چلنا مشکل ہوگیا۔ اس تقریر کے بعد آپ کو اچھی طرح سمجھ میں آجائیگا کہ اقوام کی قومی زندگی وقومی موت اس کی تعلیم کے اندر مضمر ہے۔ جب مغرب کو یہ راز معلوم ہوگیا تو اس نے تعلیم کا ڈھب ہی ایسا اختیار کیا۔ جس سے مسلم قوم کی قومی موت واقع ہو اور مغربی قومیت زندہ ہو۔ چنانچہ مغربی تعلیم کے کلیات وجامعات آج علانیہ ایسے کارخانے بنے ہوئے ہیں۔ جن میں مغربی قومیت کا انسان پیدا ہوتا ہے اور رنگ دار یورپین افراد ڈھلتے ہیں۔ الحاصل قرآن کی اس پیشین گوئی کو آج دنیا علانیہ دیکھ سکتی ہے کہ کس طرح تربیت یافتہ بہترین مارچ پاسٹ کرنیوالی منظم افواج کا وجود ہوچکا ہے۔ جس کی تعریف کے لئے الصافات صفا سے بہتر لفظ زبان عربی میں نہیں ملتا اس طرح پولیس کے اقسام کے لئے الزاجرات زجرا سے زیادہ فصیح لفظ نہیں ملتا۔ اس طرح صیغہ تعلیمات وصحافت کے اداروں کے لئے التالیات ذکرا سے بہتر لفظ ہرگز نہ مل سکے گا۔ حالانکہ یہ سب ابھی تک مسیحائے دجال کے ہی ادارے ہیں۔ پھر جب یہ ادارے سچی مسیحائی کے اور آئندہ اسلامی حکومت الہیہ ملکوت السماء کے ادارے ہوجائیں گے تو پھر اس زاجرات وتالیات کا رنگ ہی اور ہوجائیگا جبکہ یہ پولیس کا نظام نہ فقط نفس امن بلکہ ہر بدکاری اور محرمات کو روکنے والا نظام للہی ہوجائیگا۔ اور نظام تعلیم وصحافت، قرآنی معارف واسرار اور عالمگیر قرآنی قومیت للہی پیدا کرنیوالا نظام رحمانی بن جائیگا اور ایک ایسا کارخانہ بن جائیگا جس میں اسلامی نیک کردار کے پتلے ڈھلتے ہوں۔ جنکے خدوخال سے انسانیت کا پتہ چلتا ہو۔ یہی مقصود اصلی پیشین گوئیوں کا ہے۔ جو آئندہ ملکوت السماء خدا راج والے دور میں ہوکر رہیگا۔ مگر ہر چیز ارتقائی مدارج طے کرتے ہوئے درجہ کمال کو پہنچتی ہے لہذا یہ ضروری تھا۔ کہ اس تقریباً چودہ سو برس کی طول طویل مدت میں یہ سب مراحل طے کئے جائیں چنانچہ یہ سارے مراحل بحمداللہ طے کر لئے گئے گویا نقشہ کی تشکیل وتخطیط کرلی گئی ہے۔ اب اسمیں رنگ بھرنا باقی ہے۔ یہ رنگ بھرائی مسیح مہدی کی آئندہ حکومت الہیہ وملکوت السماء میں ضرور طے ہوکر رہیگی۔ انشاءاللہ

اسلام میں عورت

(از جناب بیگم شائستہ اکرام اللہ پی ۔ ایچ ۔ ڈی)

پردہ اور کثیر الازدواجی یہ دو موضوع ایسے ہیں جنہوں نے مغربی دماغ کو الجھن میں ڈال رکھا ہے ۔ مغرب ان کو سمجھنے سے عاری ہے یا کم از کم ان کو اپنا نہیں سکتا ۔ اس کو اپنی غلط فہمی کے ازالہ کا موقعہ نہیں ملا ۔ شائد اس کی شائستگی اور تہذیب براہ راست ان امور کے متعلق علم حاصل کرنے سے مانع رہی ہے ۔ زمانہ گذشتہ کے متعلق تو کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ مختلف اقوام کے لوگوں کو ایک دوسرے سے میل ملاقات کا بہت کم اتفاق ہوتا تھا ۔ اس لئے وہ ایک دوسرے کے خیالات اور حالات کو سمجھنے سے معذور تھے ۔ لیکن اب جبکہ دنیا کی اقوام کو سال میں متعدد بار آپس میں ملنے کا اتفاق ہوتا ہے ۔ اور ان کو ان موضوعوں پر جو مشترکہ افادیت کے ہیں ۔ بحث وتمحیص کا موقعہ ملتا ہے ۔ اور جب کہ سفر وسیاحت کے وسائل میں بہت آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں اور اقوام عالم کے درمیان سلسلہ ربط وضبط قائم ہو چکا ہے ۔ اس قسم کی بے علمی ۔ بلکہ جو سب سے زیادہ قابل افسوس ہے ۔ اس قسم کا بے جا تعصب اقوام دنیا کے حقیقی اتحاد کے لئے سد سکندری کا حکم رکھتا ہے اور اس لئے وہ ایک دوسرے کو سمجھ نہیں سکتے اور ان میں خلوص کی روح پیدا نہیں ہو سکتی ۔

کثیر الازدواجی

میں اس مختصر مضمون میں کثیر الازدواجی کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرونگی ۔ سب سے پہلے یاد رکھئے کہ اسلام میں کثیر الازدواجی کی اجازت ہے ۔ لفظ اجازت کو نظر انداز نہ کیجئے ۔ بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ خاص خاص حالات کے ماتحت اسلام نے ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت دی ہے ۔ فرض قرار نہیں دیا

اس کو لازم نہیں ٹھہرایا۔ محض اجازت دی ہے۔ کثیر الازدواجی کے متعلق بنیادی غلط فہمی تو یہی ہے کہ یہ خیال باطل مغرب کے دماغ میں سمایا ہوا ہے۔ کہ کثیر الازدواجی اسلام کا ایک لازمی حکم ہے اور ہر مسلمان کے لئے فرض ہے۔ کہ وہ چار بیویاں حبالہ نکاح میں لائے۔ ایسا ہرگز نہیں حقیقت محض اس قدر ہے کہ بعض حالات خصوصی میں مسلمان کو اجازت ہے کہ ایک سے زیادہ سے بیویاں اور وہ بھی چار کی محدود تعداد تک اپنے نکاح میں لا سکتا ہے۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ مسلمان اس اجازت سے کہاں تک فائدہ اٹھاتے ہیں۔ حرم کے قصے کہانیاں اور حسن وجمال کے افسانے محض تخیلات وتصورات ہیں۔ ان کی حقیقت مشرق کی پریوں کی کہانیوں اور افسانوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ اُمور واقعی سے ان کو واسطہ وتعلق نہیں ہے۔

جہاں تک اصل تعامل کا سوال ہے۔ کثیر الازدواجی اتنی ہی دفعہ وقوع میں آئی ہے۔ جتنی بار مغرب میں طلاق بلکہ اس سے بھی بہت کم۔ اس امر کو عقل سلیم تسلیم کرنے میں ذرا تامل نہیں کر سکتی کہ ایک انسان اگر وہ پہلی شادی سے خوشی کی زندگی بسر کرتا ہے اور اپنی پہلی بیوی سے بالکل مطمئن ہے۔ تو دوبارہ شادی کرنے کی خواہش نہیں کرے گا۔

دوسری شادی کی ضرورت تو اس وقت لاحق ہوگی۔ جبکہ اس کی پہلی شادی ناکام ثابت ہو۔

مغرب میں جب کبھی ایسا وقوع میں آتا ہے تو میاں بیوی طلاق کی طرف رجوع کرتے ہیں اس طرح سے اپنی خانہ بربادی اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں۔ سارے پس منظر کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اور بچوں کے تحفظ کو خیرباد کہکر نئی شادی کی مہم شروع کر دیتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں جبکہ شادی سے ۱۴ یا ۱۵ برس کے بعد طلاق واقع ہو بیچاری مطلقہ عورت کہیں کی نہیں رہتی۔ اس کے لئے دوبارہ شادی کرنے کے مواقع تقریباً مفقود ہو جاتے ہیں۔ اور پہلے خاوند کی حفاظت اس کے سر پر سے اُٹھ جاتی ہے۔ وہ اپنا گھربار برباد کر چکتی ہے بچے الگ حیران وپریشان ہو جاتے ہیں۔ ماں کہیں باپ کہیں۔ اُن کی حفاظت اور تربیت کا سلسلہ درہم برہم ہو جاتا ہے اور ان کا مستقل گھر کہیں نہیں رہتا۔ اس کے برخلاف اہل اسلام کے ہاں آپ کو کیا نظر آتا ہے۔ اگر پہلی بیوی سے نہ نبھ سکتی ہو تو خاوند کو اجازت ہے کہ وہ اور شادی کرے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنی پہلی بیوی کے فرائض سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ پہلی بیوی بھی اور بچے بھی بدستور باپ کی نگرانی میں رہتے ہیں۔ پہلی بیوی کو اب بھی اپنے

شوہر پر حقوق حاصل ہیں - اور خاوند کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کے نان و نفقہ کے لئے ایسا ہی اہتمام رکھے جس طرح وہ دوسری بیوی کیلئے کرتا ہے - اکثر صورتوں میں خاوند خود پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنی بیوی سے قطع تعلق کرے بلکہ بڑی خوشی سے اس کی ہر طرح سے غور و پرداخت اور اس کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے - میں اس بات کو محسوس کرتی ہوں - کہ مغرب میں اکثر میاں بیوی پہلی شادی کی ناکامی کی صورت میں بجائے انقطاع تعلقات کے اس صورت کو جو اسلام میں پائی جاتی ہے ترجیح دینگے -

اگر مغرب کے لوگ اس سوال پر دیانتداری سے غور کریں گے - تو انہیں بے شمار ایسی مثالیں نظر آئیں گی جس میں طلاق کی وجہ سے بے حد مصیبت اور دُکھ کا سامنا ہُوا - جبکہ ایک مرد اور عورت اپنی زندگیوں کا ایک بڑا حصہ اکٹھے گذار دیتے ہیں - اگر انہیں کوئی دیوانگی بھی لاحق ہو جائے (اور یہ امر تجربہ اذہان سے ثابت ہوتا ہے کہ وسط عمر کے قریب بعض لوگوں میں ایک قسم کا دماغی اضطراب پیدا ہو جاتا ہے) تو وہ زندگی کے سابقہ تعلقات کو منقطع کرنے کے بغیر اپنے جذباتی اضطرابات کیلئے کوئی حل تلاش کرنے کو زیادہ پسند کریں گے - مغرب میں محض ایک ہی حل یعنی طلاق دیدینا لوگوں کے لئے بہت ہی تکلیف دہ ہے - لیکن اکثر لوگ ایسا کرنے پر مجبور ہیں - انہیں اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں - اگرچہ اس طبقہ (نسواں) کے لئے یہ سلوک بے حد ہتک اور غیر منصفانہ ہے - اور زمانہ سابق میں ایسی مثالیں بہت سی پائی جاتی ہیں - جن میں جارج ایلیٹ جیسی شریف خواتین کو اس ناقابل رشک حالت میں سے گذرنا پڑا - اُسے سخت بے انصافی کا شکار ہونا اور سخت توہین اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا - جس کی وہ کسی صورت میں مستحق نہ تھی -

اسلام میں دوسری بیوی جس سے شادی کی جاتی ہے وہ بھی قدر و منزلت کی مستحق ہے - اُس کو بنظر حقارت نہیں دیکھا جاتا - وہ سوسائٹی سے خارج نہیں ہو جاتی - اور یہ امر بدیہی ہے - کہ جو سوسائٹی انسان کی ایسی ضروریات کے لئے جو اتفاقیہ طور پر لاحق ہوں - اہتمام کرتی ہے وہی مکمل اور اصل سوسائٹی ہے - اس بات سے انکار نہیں ہوسکتا کہ اصل اصول ایک ہی شادی ہے - لیکن عملی زندگی میں یہ اصول ہمیشہ کام نہیں دیتا - اور جب یہ صورت ہو تو انسان کے لئے اس کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسرے اہتمام کی بھی ضرورت ہے - اسلام ایک عملی رنگ کا مذہب ہے - اس کا تعلق انسان کی عملی زندگی سے ہے - اسلام اپنے

متبعین سے اس قسم کا کوئی مطالبہ نہیں کرتا جس کو انسان پورا نہ کر سکے۔ اسلام کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ انسان ملائکہ کی طرح حوائج انسانی سے مبرّیٰ ہو۔ بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان انسان بنے اور انسانی ضابطۂ اخلاق کا پابند ہو۔ اس لئے اسلام نے ایک وسط کا رستہ تجویز کیا ہے۔ جس کو انگریزی میں golden mean کہتے ہیں جس پر عمل کر انسان معاشرہ کا مفید ممبر بن سکے۔ اور اپنے اوپر ناجائز تعلقات وارد کرنے کے بغیر سوسائٹی کے استحکام کا موجب ہو۔

پردہ

اور اب میں پردہ کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتی ہوں۔ پردے کا رواج مسلمانوں میں کثیر الازدواجی سے بھی زیادہ مروّج ہے۔ اس کے متعلق تین غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ سب سے پہلی غلط فہمی یہ ہے کہ "عورتوں کو معاشرہ سے بالکل الگ تھلگ کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ مردوں کو آزادی ہے کہ وہ بڑی آزادی سے ملی جلی سوسائٹی میں نقل و حرکت کریں"۔ اب اس کے متعلق ایک تھوڑا سا غور بکار ہے ایک ایسے ملک میں جہاں سب عورتیں پردہ کی پابند ہیں۔ وہاں ملی جلی سوسائٹی نہیں ہو سکتی۔ مشرق میں ایسی صورت نہیں تھی۔ ہاں جب مغرب کا اثر وہاں پڑا تو ایک ملی جلی سوسائٹی پیدا ہو گئی۔

پہلے پہل سوسائٹی دو فریقوں میں منقسم تھی۔ عورت اور مرد۔ ہر فریق ایک دوسرے سے الگ تھا۔ اور ہر ایک فریق اپنی اپنی جگہ مطمئن تھا۔ اور ہر ایک کی اپنی دنیا تھی۔ عورتوں کی اپنی سرگرمیاں اور دلچسپیاں تھیں اور مردوں سے مختلف تھیں لیکن کسی صورت میں کم نہ تھیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ جو تقریبات اور تفریحات عالم نسوانی میں پائی جاتی تھیں۔ وہ مردوں سے کہیں زیادہ تھیں۔ تقریباً ہر ایک خوشی کے موقعہ پر رسوم ادا کی جاتی تھیں۔ اور بچے کی زندگی کے ہر مرحلہ پر کوئی نہ کوئی تقریب منعقد کی جاتی تھی۔ دعوتیں دی جاتی اور خوشی کا اظہار کیا جاتا۔ پردہ کی پابند عورتیں اس خوشی سے بھی محروم نہ تھیں۔ جس میں تمام عورتیں بڑے چاؤ سے حصہ لیتی ہیں۔ یعنی چیزوں کے خریدنے میں۔ اس کا طریق یہ نہ تھا کہ عورتیں کھلے منہ بازاروں میں جا کر چیزیں خریدیں۔ بلکہ اس کو تو مرد بھی اپنے لئے پسند نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اس کو باعث توہین سمجھا جاتا تھا۔ خرید اشیاء کا یہ رواج تھا۔ کہ چیزیں بیچنے والے خود ہر گھر میں آکر چیزیں بیچتے تھے۔ یہ چیزیں بیچنے والے

مرد ہی نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ عورتیں بھی ہوتی تھیں۔ بال کے پنولا سے لیکر جواہرات تک بیچنے والی عورتیں شرفا کے گھروں میں جاکر چیزیں بیچتی تھیں۔ مٹھائیاں اچار چٹنیاں مربے حتیٰ کہ پھول اور پھولوں کے ہار تک گھروں میں آکر بکتے تھے۔ ایسے بیچنے والوں کا دن بھر میں ایک تانتا بندھا رہتا تھا۔ اس لئے خرید و فروخت کے معاملہ میں کوئی دقت پیش نہ آتی۔ اور تمام پردہ نشین مستورات گھر بیٹھے اپنی ضروریات خرید لیتی تھیں۔

خیال تو یہ کیا جاتا ہے کہ مستورات تنگ و تاریک مکانوں میں مقید و محبوس رہتی تھیں اور انہیں تازہ ہوا۔ اور کھلی فضا میں سانس لینے کا موقعہ میسر نہ آتا تھا۔ مگر یہ خیال صحیح نہیں۔ عورتوں کے رہنے سہنے کے مکانات کافی وسیع اور ہوادار ہوتے تھے۔ اور تمام ضروریات کے لئے مکتفی۔ ان کے اندر باغ اور چمن ہوتے تھے۔ یہ عورتیں تیراندازی۔ گھوڑے کی سواری۔ اور کشتی رانی میں مشق کرتی تھیں۔ آپ کہیں گے کہ یہ مواقع امیر عورتوں کو ہی حاصل تھے۔ غربا تو بالکل محروم تھے۔ میں کہتی ہوں کہ آج بھی تو امیر خواتین ہی ان سے بہرہ اندوز ہو رہی ہیں۔ غریب عورت خواہ پردہ میں ہو یا پردہ سے باہر اسکو یہ باتیں کہاں حاصل ہوتی ہیں۔ جو خواتین ان باتوں میں حصہ لیتی تھیں۔ وہ امیر خواتین ہی تھیں۔ لیکن ان کے اردگرد بہت سی عورتیں بطور خادماؤں کے ہر وقت موجود رہتی تھیں۔ اور وہ بھی ان مواقع میں شریک ہوتی تھیں۔ علاوہ ازیں چمن اور تفریح گاہیں عام خواتین کے لئے کھلی تھیں۔ اور وہ تقریبات میں شامل ہوتی تھیں اور ایک مشرقی شادی کے موقعہ پر بے شمار ایسے موقعے آتے تھے۔ جبکہ تمام قسم کے اسراف جو عورتوں کو اس قدر محبوب ہوتے ہیں عمل میں لائے جاتے تھے۔ غرضکہ پردہ کی زندگی کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ یہ بالکل روکھی پھیکی ہوتی تھی۔ اور اس میں مستورات کی تفریح کے لئے کوئی سامان نہیں تھے۔ غلط خیال ہے۔ بلکہ یہ زندگی تو اس زندگی سے جو پردہ سے باہر ہو زیادہ متنوع اور فرحت افزا ہوتی تھی۔

دوسری غلط فہمی جو پردہ نشین عورتوں کے متعلق لوگوں کو لگی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ انہیں کوئی اختیارات حاصل نہیں تھے۔ اگر کسی شخص کو مشرق میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ خیال بھی غلط ہے لیکن جن لوگوں کو اس کا یعنی مشرق میں رہنے سہنے کا اتفاق نہیں ہوا ہیں اُن کے علم کے لئے کہتی ہوں کہ پردہ میں بیٹھنے والی عورت اپنے خاوند پر ایسا ہی اثر ڈال سکتی ہے اور اپنے معاملات خانہ داری کو ایسی

ہی خوبصورتی اور اہلیت سے سنبھال سکتی ہے جیسی وہ عورت جو پردہ میں نہیں ہے۔

یہ ماں ہی ہے جو اپنے بچوں کی شادی کا اہتمام کرتی ہے نہ کہ باپ۔ کیا بیٹے اور کیا بیٹیاں ماں کی تجویز کے مطابق بیاہی جاتی ہیں۔ اور جب کبھی اختلاف واقع ہو تو ماں کی رائے ہی غالب آتی ہے۔

پھر گھر کا بجٹ عورت ہی تجویز کرتی اور چلاتی ہے۔ وہی وزیر خزانہ یا وزیر مالیات ہے۔ اور مرد تو بطور ایک آئینی بادشاہ کے ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ بعض خاوند اس قاعدہ کے پابند نہیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ بعض عورتوں کو بہت کم اختیارات ہوتے ہیں مگر اس کی وجہ پردہ تو نہیں ہے۔ بلکہ کیرکٹر کا اختلاف رائے کا تفاوت یا مختلف لوگوں کی سوشیل حیثیت اس کا موجب ہو سکتی ہے۔

تیسری غلطی یہ ہے۔ کہ یہ جو خیال کیا جاتا ہے کہ پردہ نشین مستورات کی سرگرمیاں بہت محدود ہوتی ہیں اس میں یہ امر نظرانداز کر دیا جاتا ہے کہ عورتوں کا مردوں کے دوش بدوش سرگرم عمل ہونا یہ مغرب کی ہی ایک جدید خیالی ہی ہے۔ عورتیں خواہ وہ پردہ سے باہر ہی ہوں مردوں کے ساتھ ان کی سرگرمیوں میں شریک نہیں ہوا کرتی تھیں۔ اور یہ سرگرمیاں مردوں کے لئے ہی مخصوص اور مختص تھیں۔ مغرب کو چاہئیے کہ وہ ان رسوم اور طریقوں کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ جو ان کے ہاں نہیں ہیں اور دوسروں میں مروج ہیں۔

انہیں یہ خیال چھوڑ دینا چاہئیے۔ کہ ان کا طور وطریقہ ہی سب دنیا سے اعلیٰ اور افضل ہے ممکن ہے۔ کہ کئی باتیں دنیا میں ان سے بالکل مختلف ہوں۔ مگر یہ تو ضروری نہیں کہ وہ سب کی سب ناقص اور قابل نفرت ہوں۔

زندگی کا جدید تصوّر

پرانے مذاہب اور فلسفے

ظہور اسلام سے پہلے دنیا بہت سے مذاہب اور فلسفے دیکھ چکی تھی - عام طور پر یہ سب ایک ہی نوعیت کے تھے - تپسیا - بھجن - رسوم اور نذریں بڑھانا مذہب کی جان سمجھی جاتی تھیں - قربانیاں اس غرض سے کی جاتی تھیں کہ ناراض دیوتا کو خوش کیا جائے - اور اس کے غضب کو فرو کیا جائے - بعض مذاہب کے نزدیک نفس کشی سب سے بڑی نیکی تھی - اور نہایت تعجب انگیز بات یہ ہے کہ بعض مذاہب میں جذباتِ نفسانیہ میں ہی خدا ملتا تھا - شکتک مت کے پیرو جنسی نواحش کو ہی سب سے بڑا کام نیکی کا سمجھتے تھے - اور ان کو خدا کی تجلی مرد و عورت کے غیر محتاط تعلقات میں ہی نظر آتی تھی - اس مت کے پیشوا کو حق حاصل تھا کہ وہ جب چاہیں دوسرے لوگوں کی بیویوں کو اپنے عیش و عشرت کا ذریعہ بنائیں - کسی کو ان کے خلاف دم مارنے کی مجال نہ تھی - اور نئی دلہنیں عموماً شادی کے بعد ایک ہفتہ تک انہیں پیشواؤں کے لئے سامان نشاط بہم پہنچاتی تھیں -

شکتک مت میں شراب اور عورت مذہب کے بڑے رکن سمجھے جاتے تھے - اور بھجن جوان مرتھوں پر پڑھے جاتے تھے - وہ معصیت کو جائز اور مباح بنا دیتے تھے - یہ فرقہ ہندوستان کی پیداوار ہے - اور چھٹی صدی قبل مسیح میں اس کو عروج حاصل تھا - شاید اسی عشرت پسند مذہب کا ردِعمل تھا - کہ قدیم ہندوستان کے فلاسفروں کو فلسفہ مایہ کا تخیل پیدا ہوا - اس مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کے نزدیک دنیا محض ایک دھوکا تھی - اور نجات انسانی عیش و عشرت سے تنفر اور جذبات سفلیہ

کے دبانے ہی میں تھی۔ اس سے لوگوں کے اندر امور دنیا سے بے رغبتی اور انقطاع پیدا ہوا۔ نفس کشی فلسفہ مایہ کا مایۂ ناز اصول تھا۔ یہ فلسفہ مشرق میں مدت مدید تک لوگوں کے دل و دماغ پر مسلط رہا۔ اسی فلسفہ کا نتیجہ تھا۔ کہ بدھ جس نے بعد میں اپنا مذہب مروج کیا۔ اپنے پیروؤں کے ساتھ آبادی سے منہ موڑ کر جنگلوں میں چلا گیا اور وہاں فاقہ کشی اور بعض دوسری قسم کی سخت سے سخت ریاضتیں کیں۔ اس میں شک نہیں کہ بدھ مت کی تعلیم کے بعض حصے قابل ستائش ہیں لیکن یہ نفس کشی کا خیال وہاں بھی موجود ہے۔ اس مذہب کے نزدیک ضروری ہے۔ کہ ہر قسم کی خواہش کو دبا دیا جائے تاکہ انسان زندگی کی مصیبت سے چھوٹ جائے۔ جب نفس بالکل فنا ہو جائے۔ تو پھر نروان جو اعلیٰ مقصد انسانی زندگی کا ہے حاصل ہو سکتا ہے۔

سٹواک فلاسفی STOIC PHILOSOPHY

قدیم سٹواک فلسفہ جو رومیوں نے غالباً یونانیوں سے لیا سنیکا کے زمانہ میں جو خود اس مکتب فکر کا بہت بڑا حامی تھا۔ بڑے عروج پر تھا۔ یہ فلسفہ بھی ہندوستان کے فلسفہ مایہ کی مانند یہ تعلیم دیتا تھا۔ کہ انسان کو اس زندگی کے راحت و رنج سے بالکل بے نیاز ہو جانا چاہیئے۔ رومی بت پرست قوم تھی۔ تاہم ان کا بدی اور نیکی کا تصور بڑا اچھا اور صاف تھا۔ وہ بہت اعلیٰ سنگتراش تھے۔ اور ہر ایک نیکی کا انہوں نے ایک دیوتا تجویز کیا ہوا تھا۔ اور ہر دیوتا کا ایک بت بنایا ہوا تھا۔ اور اس کو روم میں نصب کر رکھا تھا۔ ان دنوں میں سٹواک فلسفہ بہت ہی مقبول تھا۔ کیونکہ کیا امیر اور کیا غریب سب کو یہ اپیل کرتا تھا۔ امیروں کو تو اس لئے اپیل کرتا تھا۔ کہ یہ زندگی کے راحت و رنج سے بے رغبتی اور استغنا سکھاتا تھا۔ اور رومی امرا کا طبقہ لذائذ دنیوی سے خوشی حاصل نہیں کرتا تھا۔ اور غریبوں کو اس لئے اپیل کرتا تھا کہ چونکہ وہ ایک بڑی مصیبت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور یہ عقیدہ ان کے لئے ایک گونہ تسلی کا موجب تھا۔ اس مکتب خیال کے بعض فلاسفر تو یہاں تک کہتے تھے کہ اگر انسان بدی سے بچ نہ سکے تو خودکشی کرلے۔ ان کا خیال یہ تھا۔ کہ اگر انسان بدی سے اپنے آپکو محفوظ نہیں رکھ سکتا تو اس کیلئے مرجانا ہی بہتر اور مناسب ہے۔

اگرچہ جناب مسیح کی انجیل اور دوسرے انبیائے بنی اسرائیل کی تعلیم رہبانیت کی حامی نہیں تھی تاہم

ہم دیکھتے ہیں کہ اسکندریہ وغیرہ کی یہودی اقوام کے اندر پہلی صدی قبل از مسیح اور پہلی اور دوسری صدی بعد از مسیح میں عام رجحان یہ تھا کہ دنیا کے دکھوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے لوگ ترک دنیا اختیار کرتے۔

ایک انگریز مورخ لکھتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں ایک طرف تو لوگ حظوظ و لذائذ نفس میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اور ان میں بدترین قسم کی برائیاں موجود ہیں اور دوسری طرف ایک عام بے چینی اور ذہنی تکلیف نظر آتی ہے۔ اور یہ اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ لوگ تنگ آکر ترک دنیا پر مائل ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے نفس پر طرح طرح کی ریاضتیں اور مشقتیں روا رکھتے ہیں۔ تو کیا ایسے حالات کی موجودگی میں "تسکین دینے والے" اس Comforter کی آمد کی ضرورت نہ تھی۔ جو بنی نوع انسان کی کشتی کو مصائب و آلام کے بحر ناپیدا کنار سے نکال کر امن و اطمینان کے ساحل پر پہنچا دے۔ وہ تسکین دہندہ بالآخر ظاہر ہوا۔ اور اس نے دنیا کے لئے وہ کچھ کر دکھایا جس کی اس کو ضرورت تھی۔ اس نے وہ صحیح اصول دنیا کے سامنے رکھے جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا کو سکون اور اطمینان کی دولت حاصل ہوئی۔ یہ وہ نفس پاک تھا۔ جس کا اسم گرامی اور نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اس نے انسانوں کو زندگی کا صحیح تصور بتایا۔ جس سے دنیا تباہی کے گڑھے میں گرنے سے محفوظ و مامون ہو گئی۔ وہی دنیا کا حقیقی محسن ہے۔ اسی کے آگے اب دنیا کو جھکنا چاہیئے کہ اسی میں دنیا کی نجات۔ دنیا کی فلاح اور بہبود ہے ؎

خلاف پیمبر کسے راہ گزید - کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اسلام کا تصور حیات

آپ اسلام سے قبل کے تصورات زندگی ملاحظہ کر چکے۔ اسلام نے ایک جدید اور بڑا اعلیٰ تصور پیش کیا۔ قرآن مجید نے انسان کی توجہ کو اپنے گردوپیش کی چیزوں کی طرف منعطف کیا۔ یہ مقدس کتاب بہ تکرار اپنے متبعین کو قدرت کے اندر جو خدا کے کام ہیں۔ ان کی طرف بلاتی ہے۔ زمین۔ پہاڑ۔ دریا۔ سمندر

چاند۔ سورج۔ ستارے۔ بادل۔ بارش۔ ہوا۔ رات اور دن کا تغیر۔ ہواؤں کا چلنا۔ موسموں کا بدلنا۔ ایک ہی زمین اور ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے ذائقوں اور رنگوں کے پھلوں کا پیدا ہونا۔ یہ سب خدا کی آیات ہیں۔ جن پر غور کرنے کے لئے خدا کی کتاب تاکید کرتی ہے۔ میں یہاں قرآن مجید میں سے چند ایک آیات پیش کروں گا جو اس مضمون سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۱) والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ (سورۃ الضحیٰ آیت ۱ و ۲) دن کی روشنی پر غور کرو۔ اور رات پر جب اس کا اندھیرا چھا جائے۔

(۲) واللیل اذا یغشیٰ والنھار اذا تجلیٰ۔ (سورۃ اللیل آیت ۱ و ۲) رات گواہ ہے جب وہ پردہ ڈالتی ہے۔ اور دن جب وہ روشن ہوتا ہے۔ یعنی ان پر غور کرو۔

(۳) والشمس وضحٰھا۔ والقمر اذا تلٰھا (سورۃ الشمس آیت ۱ و ۲) سورج اور اس کی روشنی پر غور کرو۔ اور چاند جب وہ اس کے پیچھے آئے اس پر غور کرو۔

والنھار اذا جلّٰھا واللیل اذا یغشٰھا ہ والسماء وما بنٰھا والارض وما طحٰھا (سورۃ الشمس آیت ۳ و ۶) اور دن پر غور کرو۔ جب وہ اسے روشن کرتا ہے۔ اور رات جب وہ اسے ڈھانک لیتی ہے اور آسمان پر غور کرو۔ اور اس کا بنانا۔ اور زمین اور اس کا بچھانا۔"

(۴) الم نجعل الارض مھاداً والجبال اوتاداً۔ وخلقنکم ازواجاً وجعلنا نومکم سُباتاً وجعلنا اللیل لباساً و جعلنا النھار معاشاً و بنینا فوقکم سبعاً شداداً وجعلنا سراجاً وھاجاً وانزلنا من المعصرات مآءً ثجّاجاً لنخرج بہٖ حبّاً و نباتاً وجنٰتٍ الفافاً ہ (سورۃ النباء آیت ۶-۱۵)

کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا۔ اور پہاڑوں کو میخیں اور ہم نے تمہارے جوڑے پیدا کئے اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا موجب بنایا اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے اور ہم نے سورج کو روشنی اور گرمی دینے والا بنایا اور ہم ۔ بادلوں سے زور سے برستا ہوا پانی اتارتے ہیں۔ تاکہ ہم اس کے ساتھ غلہ اور سبزی نکالیں اور گھنے باغ۔"

اس طرح سے قرآن مجید اپنے پڑھنے والوں کے سامنے قدرت کی کتاب کھول کر رکھتا ہے۔ یہ انسان کے

زاویہ نگاہ کو وسیع کرتا ہے۔ اور زندگی کا ایک نیا تخیل پیش کرتا ہے۔ یہ بنی نوع انسان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ خدا کے کاموں پر غور کرے۔ اس کے محاسن کی قدر کرے اور اس کے اندر جو راز ہیں۔ ان کا مطالعہ کرے۔ اس دنیا کو ایک مصیبت کا گھر سمجھنے کی بجائے یہ اس کو انسانی تعلیم کا ایک بہت بڑا مکتب قرار دیتا ہے۔ یہ اس راز کو کھولتا ہے۔ کہ خدا کا مذہب کائنات میں تلاش کرنا چاہیئے۔ ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:-

فاقم وجھک للدین حنیفا ط فطرت اللہ التی فطرالناس علیھا۔ لا تبدیل لخلق اللہ۔ ذالک الدین القیم (سورۂ روم آیت ۳۰)

یعنی یک سو ہو کر دین کی طرف رخ کرو اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر قائم رہو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اس کی پیدائش کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

قرآن مجید کے نزدیک مذہب بھجنوں اور رسوم میں اور قربانیوں میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس مذہب نام ہے خدا داد طاقتوں کی تربیت اور ان کی تکمیل کا۔ اس میں شک نہیں کہ اس تربیت و تکمیل کے کچھ قوانین ہیں۔ جیسا کہ ہم اس دنیا میں مختلف قوانین کام کرتے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح خدا داد قوتوں کو درجہ کمال پر پہنچانے کے لئے بھی قواعد و ضوابط ہیں۔ قرآن مجید نے ایک ضابطہ زندگی پیش کیا ہے۔ جس کے ذریعے ہم اپنی فطرت کی صحیح تربیت کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ یہ ضابطہ خود مذہب نہیں ہے۔ بلکہ یہ اصل مقصد کا ایک ذریعہ ہے مذہب کا اصل مقصد انسان کا رتبہ بلند کرتا ہے۔

قرآن مجید کی رو سے انسان صرف خدا کی شکل پر ہی نہیں بنایا گیا۔ بلکہ اس کو بڑی بڑی طاقتیں دی گئی ہیں۔ فطرت کے اندر بڑے بڑے امکانات ہیں۔ انسان اس قدر وسیع طاقتوں کا مالک ہے کہ وہ فرشتوں سے بھی اپنی اطاعت کرواتا ہے۔ وہ فرشتوں سے بھی فوقیت لے جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ غلط طریق پر چلیگا۔ تو وہ اسفل السافلین میں بھی جا گرے گا۔ اور چارپاؤں سے بھی اس کی حالت بدتر ہو جائے گی۔ یہ دنیا کوئی کھیل کود کی جگہ نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں اور نہ یہ مصائب کا گہوارہ ہے۔ انسانی زندگی بڑی قیمتی شے ہے۔ اس کے لئے ترقی کا میدان بڑا وسیع ہے۔ دنیا کی ہر چیز انسان کی خدمت کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ چاند سورج اور ستارے سب انسان کے خادم ہیں۔ اور ہم حکومت کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

قرآن مجید بنی نوع انسان کا رتبہ بڑھانے آیا ہے۔ اور اس نے تمام مشرکانہ عقائد کا قلع قمع کر دیا ہے۔ جہاں آگ سورج پانی اور دوسرے عناصر قدرت کی پرستش لازمی ہے۔ اس کتاب مقدس نے شرک کی بڑی سختی سے بیخکنی کی ہے۔ کیونکہ شرک انسان کو اس کے رتبے سے گراتا اور انسانی تہذیب کی ترقی میں بڑی روک ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا رهبانیة فی الاسلام۔ اسلام میں رہبانیت یا ترک دنیا جائز نہیں۔ دنیا کی خوشیاں اور اس کی زینتیں قابل نفرت نہیں ہیں۔

قرآن مجید فرماتا ہے کہ من حرم زینة الله التی اخرج للناس والطیبات من الرزق قل هی للذین آمنوا فی الحیوة الدنیا خالصة یوم القیامة (سورۃ ۷ آیت ۳۲)

یہ کیا ہی اعلٰے تعلیم ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر دنیا کی اعلیٰ چیزیں قابل نفرت اور قابل ترک ہیں تو یہ تو خدا پر الزام آتا ہے۔ کہ اس نے ان کو کیوں بنایا۔ بہرحال ان چیزوں کا کچھ نہ کچھ فائدہ ہے۔

ایک مہذب انسان۔ خداوند تعالٰے کے عطیات پر ایمان رکھنے والا ان چیزوں کو بہترین مصرف میں لائے گا۔ اور درحقیقت ایسا شخص ہی صحیح حظ اٹھانے کا اہل کہلا سکتا ہے۔ لیکن ایسے اشخاص جنہیں خدا نے ان چیزوں سے لطف اندوز ہونے کا اس دنیا میں موقعہ دیا ہے۔ لیکن وہ ان کو بہترین طریق پر استعمال نہیں کرتے وہ عقبیٰ یا دوسری دنیا میں بھی ان سے حظ اٹھانے کے حق سے محروم ہونگے۔

علمی ترقی

زندگی کے اس نئے نقطۂ نگاہ نے جو اسلام نے پیش کیا خلق خدا کو علمی ترقی کی طرف مائل کیا۔ انسانوں نے جلدی محسوس کر لیا کہ وہ دنیا کے آقا ہیں۔ اور یہ جو انہوں نے عناصر کے دیوتا بنا رکھے ہیں یہ تو انسان کے خادم ہیں۔ اس طرح انسان نے نیچر کا مطالعہ شروع کیا۔ اور اس کے متعلق مختلف قسم کی انکشافات کا دروازہ کھولدیا۔

قرآن شریف کی تعلیمات اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ نے مادی سائنس

میں ایک بحران پیدا کر دیا جس سے دنیا اب تک بے خبر تھی۔ وہ پہلا پیغام جو غار حرا میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی طرف سے نازل ہوا اس میں یہ پیشگوئی تھی۔ کہ خدا انسان کو قلم کے ذریعے وہ کچھ سکھانے والا ہے۔ جو وہ اب تک نہیں جانتا تھا۔ اسی پیغام میں یہ بھی اشارہ تھا کہ علم کے ذریعے انسان ایک بلند مقام پر پہنچنے والا ہے۔ قرآن مجید جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں بنی نوع انسان کو حیوانیت کے مقام سے نکال کر خدا تک پہنچانا چاہتا ہے۔ تمام دنیا کو مخاطب کر کے اس نے ببانگ دہل کہا ہے کہ اسی کتاب کے اندر تمہاری بزرگی اور عظمت مرکوز ہے۔ اور یہ عظمت یقیناً علم اور سائنس کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف بار بار اپنے متبعین کو کائنات پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے قرآن مجید کے ان اشارات کے اتباع میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متبعین کو حصول علم کی تاکید فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ طلب العلم فریضۃٌ علیٰ کل مسلمٍ و مسلمۃ۔ یعنی ہر مسلمان مرد اور عورت پر تعلیم لازمی ہے۔" پھر فرمایا کہ طالب علم کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ متبرک اور زیادہ قدر و منزلت رکھتی ہے۔ پھر فرمایا کہ خدا کی صفت پر ایک گھنٹہ کا تفکر سات سال کی عبادت سے بہتر ہے پھر فرمایا کہ ایک گھنٹہ علم و حکمت کی باتیں سننا ہزار شہیدوں کے جنازہ میں شرکت کرنے اور ہزار رات تک عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا کہ علم کے طالب کا قیامت کے دن ملائکہ بہشت میں خیر مقدم کرینگے پھر فرمایا کہ علماء کی باتیں سننا اور انہیں دلنشیں کرنا عبادات سے بہتر ہے۔ غرضکہ اس قسم کے جواہر پارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک سے نکلے ہیں کہ جن سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ حضور کے قلب مطہر میں علم کی بہت بڑی قدر و منزلت تھی اور آپ چاہتے تھے کہ آپکی امت میں علم اور سائنس کا دور دورہ ہو۔ اور بنی نوع انسان زیور علم سے مزین ہوں۔ انہی ہدایات اور ارشادات کا نتیجہ تھا کہ ابتدائے اسلام کے مسلمان موجودہ علوم و سائنس کے سب سے پہلے علمبردار بنے اور درحقیقت دنیا میں سب سے پہلے انہوں نے ہی شمع علم فروزاں کی۔ ان علوم و سائنس کی برکت سے دنیا میں تہذیب کا دور دورہ شروع ہوا۔ مگر ابھی انسانی دماغ نے بہت کچھ حاصل کرنا ہے۔ سائنس اس معراج کو نہیں پہنچی جو اسلام کا مقصد ہے۔ اور یہ نہیں پہنچ سکتی۔ جب تک کہ سارے نظام شمسی اور ارضی کو بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے نہ لگا دیا جائے۔

میں نے اسلام کیوں قبول کیا

(از قلم تھامس محمد کلیٹن)

اسلام کا شعور میرے اندر کس طرح پیدا ہوا

آپ یہ سنکر متعجب ہوں گے - کہ جب میں نے کچھ سدھ بدھ لی - اور سنڈے سکول میں جانا شروع کیا اُسی وقت سے مجھے یہ یقین ہوگیا تھا - کہ عیسائیت جس امر کا دعویٰ کرتی ہے وہ درحقیقت اس کے اندر نہیں پایا جاتا - اور نہ یہ قطعی طور پر خدا کی رضا کی راہیں دکھا سکتی ہے میں ہر روز بلا ناغہ سنڈے سکول میں جاتا اور جو مذہبی تعلیم لازمی طور پر وہاں دی جاتی وہ میں بھی حصہ رسدی حاصل کرتا - یہ تعلیم اگرچہ بہت دلچسپ تھی - مگر میں محسوس کرتا تھا - کہ جناب مسیحؑ جو درحقیقت ایک انسان تھے - اگر اس وقت زندہ ہوتے تو وہ ہرگز ایسی تعلیم نہ دیتے -

تقریباً چھ یا سات سال تک آرچ بشپ کی ماتحتی میں کلیسائے انگلستان نے مجھے یہ تعلیم دی کہ مجھے کیا خیال کرنا ہے - مگر یہ تعلیم نہ دی کہ مجھے کس طرح خیال کرنا ہے - خیر ان رسمی تکلفات کے بعد مجھے مستقل طور پر چرچ کا ممبر بنا دیا گیا - اور اس کے بعد میں ایک پکا امریکن بن گیا - مذہب میں دلچسپی لینا مجھ سے بالکل ترک ہوگیا - اور اس عمر میں جبکہ لوگ عموماً خدا کی راہوں پر چلنے کا خیال کرتے ہیں - میں بہت سی لایعنی باتوں میں لگا ہوا تھا - مذہب کی طرف سے ایک کافی لمبے عرصہ تک مجھ پر ایک جمود کی حالت طاری ہوئی -

لیکن ایک دن مجھے ..... نیا انکشاف ہوا - اور مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ انکشاف میری ساری زندگی کو بدل کر رکھ دے گا - اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن ایک دوست کی لائبریری میں سے مجھے سیل کا ترجمہ قرآن ہاتھ لگ گیا -

میں بیٹھ گیا اور اسکو پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ خدا کا ہاتھ ہی ہو سکتا ہے۔ جس نے میرے دماغ میں مذہبی روشنی کی شمع فروزاں کر دی۔ باوجود سیل کے معاندانہ ریمارکس کے جو اس نے اسلام اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کئے ہیں اور باوجود اُس ناپاک تعصب کے جو اُس نے ظاہر کیا ہے میں ایسا محسوس کرتا تھا۔ کہ گویا خدا کا نام میرے دل و دماغ کے ریشوں میں سرایت کر رہا ہے۔ اس واقعہ نے راحت اور روشنی کی ایک نئی دنیا اور رضائے الہی کے شعور کا ایک سنہری دروازہ مجھ پر کھولدیا۔

سیل کے ترجمہ کے مطالعہ سے مجھے اسلام کے متعلق کچھ علم حاصل ہوا مگر میں اس پر قانع نہ ہوا اور جو لٹریچر مجھے اسلام کے متعلق مل سکا میں اس کو بغور پڑھتا رہتا اور اس میں دلچسپی لیتا۔ اگرچہ وہ سب کتابیں جو میرے مطالعہ سے گذریں دلچسپ تھیں مگر میں نے دوران مطالعہ میں چند ایک امور ضرور محسوس کئے مثلاً یہ کہ اگرچہ ان کتابوں میں بہت کچھ صداقت ہی تھی مگر ان پر زیادہ تر جھوٹ اور غلط فہمی پائی جاتی تھی۔ دوسرے یہ کہ ان کتابوں کے مصنفین نہیں چاہتے تھے کہ لوگ اسلام سے محبت کریں اور اسکو سمجھیں بلکہ ان کا مقصد یہ تھا۔ کہ لوگ اس سے متنفر ہوں۔ بہرحال اسلام کے متعلق میری محبت پہلے سے زیادہ ہوگئی۔ اور مجھے مزید مطالعہ کا اشتیاق ہوگیا۔

فرانس میں ہوئے سکووٹ جمبوری ۱۹۴۷ء

اس کے بعد جلدی ہی ۱۹۴۷ء کے موسم گرما میں مجھے بمقام موئے سن واقعہ فرانس میں ورلڈ سکاوٹ جمبوری میں شرکت کا موقعہ ملا۔ اس جمبوری میں . . . . . ہم سکاوٹ نے شمولیت کی۔ جو ہم مختلف اقوام کے نمائندے تھے۔ اس جمبوری میں مجھے الجیریا سے آئے ہوئے ایک سکاوٹ سے ملنے کا اتفاق ہوا یہ ایک مسلمان تھا۔ اور میں آج تک اس کو اپنا نہایت عزیز دوست سمجھتا ہوں۔ اگرچہ دو سال سے ہماری ملاقات نہیں ہوئی۔ یہ صاحب جن کا نام *Metidji Djamal* تھا۔ ایک صحیح معنوں میں مسلمان اور بحیثیت ایک انسان کے سب کیلئے ایک نمونہ تھا۔ کہ اس کے نقش قدم پر چلا جائے۔ میں اپنے اوقات کا بیشتر حصہ اس کی صحبت میں گذارتا تھا۔ ایک دوسرے کی زبان کی معلومات جس قدر اجازت دیتی تھی۔ میں اس سے اسلام کا علم حاصل کرتا رہا۔ اس وقت مجھے عربی زبان سے کچھ بھی واقفیت

نہ تھی - اور انصاف کی بات یہ ہے کہ میرا دوست اچھی طرح انگریزی بول سکتا تھا - اسلام کے متعلق کچھ علم تو مجھے مغرب کی شائع کردہ کتب سے حاصل ہوا تھا -

اب جمہوری میں مجھے سچے پیروان اسلام کے اعمال و افعال دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا - اور یہ وہ موقعہ تھا - کہ اسلام کے صحیح تصورات کے نقوش میرے دل و دماغ پر منقش ہونے شروع ہوگئے - اور میں نے محسوس کیا کہ اب مجھے خدا پر مضبوط ایمان پیدا کرنے کے لئے مذہب اسلام کا قبول کرنا ضروری ہے

گھر واپس آنے پر میں نے فیصلہ کیا - کہ اسلام کے متعلق زیادہ واضح اور زیادہ صحیح علم حاصل کرنے کے لئے مجھے بیرونی ممالک سے لٹریچر کی تلاش کرنا چاہئیے - لٹریچر کی اس تلاش میں مجھے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ایڈریس مل گیا - چنانچہ متعدد کتابوں سے مجھے مذہب اسلام کے متعلق صحیح صحیح معلومات حاصل ہوگئی - اس کے بعد مسٹر بشیر منٹو مسلم مشنری ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے میں نے خط و کتابت شروع کی - اسلام کے اس عملی نمونہ کی وساطت سے مجھے یقین کامل ہوگیا کہ خدا کے پیغام کا اصل حامل مذہب اسلام ہی ہے - وللا غیر -

اسلام کے معنے

سطور بالا میں میں نے یہ بیان کیا ہے کہ میں مسلمان کس طرح ہوا ؟ اب اس امر کی تشریح کے لئے کہ میں کیوں مسلمان ہوا - مجھے اسلام کے اصول اور اس کی عملی تعلیم پر کچھ روشنی ڈالنی ضروری ہے - اس امر کے جان لینے کے بعد کہ اسلام درحقیقت ہے کیا یہ سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں کہ ایک شخص کو اس کے اندر داخل کیوں ہونا چاہئیے - ہر ایک مسلمان جانتا ہے - کہ اسلام کے معنے ہیں خدا کی رضا کے سامنے سر جھکا دینا یا اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا - اس لئے جب ہم پیدا ہوتے ہیں ہم مسلمان ہوتے ہیں - البتہ پیدا ہونے کے بعد ہم خدا کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں - اور دوسرے راستے اختیار کر لیتے ہیں - جن کے نصب العین کا کچھ علم نہیں ہوتا -

اسلام دین فطرت ہے - اور ہر ایک بچہ جب تک کہ وہ اس قدر بڑا نہ ہو جائے کہ کوئی اس کو خدا کی اصل منشا کے علاوہ کسی اور پر ایمان لانے کے لئے مجبور نہ کرے وہ سچا مسلمان ہے - ہم کہہ سکتے ہیں کہ پہاڑ اور درخت مسلمان ہیں - کیونکہ وہ بڑی شدومد سے قوانین خدا کی اقتدا کرتے ہیں -

اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں - کہ مسلمان کو اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں داخل کرنا خدا کے قوانین قدرت میں دخل اندازی کرنا ہے - ہم کس طرح جانتے ہیں کہ یہ سب سچے ہیں؟ یہ اس لئے ہے کہ قرآن مجید میں ایسا لکھا ہے - اور قرآن مجید خدا کا کلام ہے - اسلام بنی نوع انسان کا فطری مذہب ہے - اور خدا کی پیدا کردہ فطرت کے صحیح علم پر مبنی ہے - تعلیمات اسلامی کی ہر فرع ایسی معقول اور مدلل ہے جیسے کہ جیومٹری کے مسائل - اسلامی تعلیمات کے نظام میں کوئی چیز ایسی نہیں جو غیر مدلل ہو - یا جس میں کوئی روحانی وجوہ نہ ہوں -

اسلام کی ہر چیز ایک نمونہ ہے - جو خدا نے لوگوں کی ہدایت کے لئے بنایا ہے تاکہ ان کی آئندہ کی زندگی اعلیٰ ہو - اور یہاں کی زندگی تو اس زندگی کا ایک سایہ ہے -

مجھ پر یہ امر واضح ہوا ہے کہ اسلام میں نماز کا اہتمام اس لئے کیا گیا ہے کہ انسان اپنی زندگی خدا کی عبادت اور فرمانبرداری میں گذارے - سبت کا دن منانے کی بجائے مسلمانوں کے لئے ہر روز پانچ دفعہ نماز پڑھنے کا حکم ہے - نماز وہ چیز ہے جس کے ذریعے ہم خدا سے تعلق پیدا کر سکتے ہیں اور اس سے ہدایت طلب کر سکتے ہیں - اور اس کی نظروں میں معزز اور مکرم بن سکتے ہیں -

روزہ بھی بڑی معقول وجوہ پر مبنی ہے - روزہ میں ہم ان لذائذ سے مجتنب رہتے ہیں - جن سے ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں عام طور پر محظوظ رہتے ہیں - دنیوی ترقی کی بجائے روزہ کے ذریعے ہم روحانی ترقی کرتے ہیں روزہ میں اس بات کا ایک سائنٹیفک ثبوت ملتا ہے کہ اگر ہم کچھ عرصہ کے لئے کچھ نہ کھائیں تو ہمارے حواس زیادہ صاف اور تیز ہو جاتے ہیں - کیونکہ بھوکا رہنے سے ہمارے دماغ میں زیادہ خون بھر جاتا ہے - جو کھانے کی حالت میں معدہ میں ہاضمہ کرنے کے لئے صرف میں آتا ہے - اس طرح سے ہم خدا کی طرف زیادہ توجہ دے سکتے ہیں -

اسلام کا نظام زکوٰۃ بھی بے مثل ہے - یہ زکوٰۃ ان غربا کا حق ہے جو خود کمانے کے قابل نہیں اکثر ممالک میں لوگ اپنی مرضی سے ایسے کاموں میں حصہ لیتے ہیں مگر اسلام میں اس کو فرض قرار دیا گیا ہے - جو اس کی ایک خصوصیت ہے - بندوں پر رحم کرنے سے ہم خدا کے زیادہ قریب ہو جاتے ہیں -

میں نے اسلام قبول کیا کیونکہ اس کی تعلیم صداقت پر مبنی ہے - خدا خود صداقت ہے - کیونکہ اس کے احکام رحم اور نیکی کے حامل ہیں - اس کے اصول سچے ہیں - وہ خدا کا کلام ہیں - میں نے اسلام قبول کیا - کیونکہ اس کے ذریعے انسان اس فطرت کی آبیاری کرسکتا ہے جو وہ لے کر آیا ہے - آخیر پر میں یہ کہنا چاہتا ہوں - کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو خدا کا آخری اور مکمل دین ہے - اور اسی مذہب کے ذریعے انسان خدا کے انعامات کا وارث بن سکتا ہے - ولا غیرہ -

---

تھیوکریسی (پاپائیت) اور اسلام

(ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ڈپٹی منسٹر)

اسلام تھیوکریسی کا حامی نہیں

جن دنوں میں وزیر اعظم پاکستان کی مجوزہ "قرار داد مقاصد" زیر بحث تھی حزب مخالف کی طرف سے اس قسم کا ایک ریزولیوشن پیش کیا گیا تھا کہ مملکت پاکستان میں ایسی فرقہ دارانہ جماعتیں جو امور سیاست میں حصہ لیتی ہیں ممنوع اور ناجائز قرار دی جائیں حکومت پاکستان کے ڈپٹی منسٹر ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی نے اس ریزولیوشن کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے ۲۳ - فروری ۱۹۴۹ء کو پاکستان پارلیمنٹ میں ایک نہایت معقول اور مدلل تقریر فرمائی جس میں آپ نے اس غلط خیال کا ازالہ کیا کہ پاکستان تھیوکریسی یا پاپائیت کا حامی ہے - آپ نے فرمایا :-

یہ کہ پاکستان کو ایک تھیوکریسی سلطنت بنایا جا رہا ہے - اس پر بڑا زور دیا جا رہا ہے - اور اس کا بار بار اعادہ کیا گیا ہے - میں اس امر کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں - کہ Theocracy کے لغوی معنے ہیں - خدا کی حکومت - اگر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا کہیں حکومت نہیں کرتا - تو انہیں یہ رائے رکھنے کا

اختیار حاصل ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ علم سیاست میں Theocracy کا مطلب صرف پاپائیت ہے۔ اور ایسی Theocracy کی اسلام میں کہیں گنجائش نہیں۔ اسلام میں اس کا وجود ناممکنات میں سے ہے۔ اسلامی سلطنت کے معنے Theocratic state نہیں ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے دوست Theocracy کا کیا مطلب لے رہے ہیں اور لفظ Secular (دنیوی) سے ان کا کیا مقصد ہے؟ میرے نزدیک Secular حکومت سے مراد ہے ان لوگوں کی حکومت ہے جن کو پاپائیت کے علمبرداروں نے مقرر نہیں کیا۔ ان معنوں میں پاکستان ایک Secular حکومت ہی ہے۔ کیونکہ پاپائیت کا اس میں نام نشان نہیں۔ اور جب ہم پاکستان کو ایک اسلامی سلطنت کہتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ ایک Theocratic state ہے۔ Theocracy & Islamic state آپس میں مترادف نہیں ہیں۔ لیکن اگر میرے معزز دوست کا یہ خیال ہے کہ پاکستان میں اسلامی اصول کے مطابق حکومت نہ ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی یہ درخواست درخور اعتنا نہیں۔

اسلامی اصول رواداری۔ اخوت اور اقلیتوں کا تحفظ ہے۔

یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک ملک جس میں غالب اکثریت عیسائیوں کی ہو۔ اس کے آئین و قوانین کی اساس عیسائی اخلاقیات اور عیسائی اصول کے سوائے کسی اور اصول پر قائم کی جائے۔ علٰے ہذا القیاس کیا ہمارے دوست اس امر کی توقع رکھتے ہیں کہ وہ ملک جس میں غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے اس کا آئین اسلامی اصول کے مطابق نہ ہو۔ اور اس امر کے متعلق ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ اسلامی اصول رواداری۔ اخوت اور اقلیتوں کے تحفظ پر مبنی ہیں۔

اس لئے میں اپنے معزز دوست کی خدمت میں عرض کروں گا۔ کہ آپ الفاظ کی الجھن میں نہ پڑیں۔ اصل سپرٹ کو دیکھیں۔ ان الفاظ کے کچھ معنی نہیں۔ انہیں ہمارے آئین سے کچھ واسطہ نہیں اور جب تک ان کے استعمال کے موقعہ و محل کا لحاظ، علم نہ ہو۔ ان کو استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔

حقیقت یہ ہے کہ لفظ Theocracy ہمارے خلاف بطور پروپگنڈا کے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور میں آج اس ہاؤس سے بآواز بلند دنیا کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کوئی اسلامی ملک Theocratic نہیں ہو سکتا

اس ضمن میں ایک اور بات یاد رکھئے کہ آپ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ آرچ بشپ آف کنٹربری اور بعض دوسرے بشپ انگلستان کی پارلیمنٹ میں بیٹھتے ہیں۔ اس لئے انگلستان ایک *Theocratic* سلطنت ہے۔ اور کبھی کسی نے نہیں کہا کہ انگلستان *Theocracy* سلطنت ہے۔ کیا ہماری سلطنت نے اقلیتوں کے مذہبی۔ سوشیل اور پولٹیکل حقوق کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر اس قدر فکر کا اظہار کیوں کیا جاتا ہے؟ کہا جاتا ہے کہ یہ ہمسایہ سلطنت کی تقلید ہے اور چونکہ وہاں اس کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اس لئے یہاں بھی اسی قسم کے نتائج برآمد ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور اس بنا پر فرقہ وارانہ جماعتوں کو ممنوع قرار دینا چاہیئے۔ یہ ایک غلط خیال ہے۔ خود ہندوستان میں جس کی مثال بار بار دی جاتی ہے۔ فرقہ وارانہ اداروں کو کب کالعدم کیا گیا ہے۔ سچ ہے کہ بعض فرقہ وارانہ جماعتوں کو گورنمنٹ پسند نہیں کرتی۔ اور انہیں سرکاری طور پر ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ پنتھ اور اکالی پنتھ اب تک بدستور قائم ہیں۔ سکھوں کی جماعت ایک فرقہ وارانہ جماعت ہے۔ کسی نے اس کو چھوا تک نہیں اور حکومت ہند سیوک سنگھ والوں کے ساتھ نیم دروں نیم بروں کا سا سلوک رکھ رہی ہے۔ آج کچھ لوگ پکڑے جاتے ہیں اور کل انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ مثال نصیحت سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ ہم کسی پنتھ وغیرہ کے قائل نہیں۔ جب تک پاکستان کی حکومت قائم ہے۔ اس میں ایک ذرہ بھر شک نہیں کہ تمام فرقوں کو اور تمام اقلیتوں کو اس کے پورے پورے حقوق دیئے جائیں گے۔ اور ان کو مذہبی سوشیل اور پولٹیکل آزادی حاصل ہوگی۔ اور ان کو اجازت ہوگی کہ وہ اپنی کلچر کو جس موزوں طریق سے چاہیں ترقی دیں۔

تلاشِ صداقت میں اہلِ مغرب کی سرگردانی اور اسلام کا پیشکردہ حل

مارل ری آرمامنٹ اسمبلی میں شیخ ظہور احمد صاحب کی تقریر

ہمارے لائلپوری بزرگ شیخ میاں محمد صاحب ملز اونر کے صاحبزادہ شیخ ظہور احمد صاحب گذشتہ ایام میں جنیوا (سوئٹرز لینڈ) کی انٹرنیشنل لیبر کانفرنس میں پاکستان ڈیلیگیشن کے ممبر کی حیثیت سے تشریف لے گئے تھے۔ اس وفد کے مفوضہ فرائض سرانجام دینے کے ساتھ شیخ صاحب ممدوح نے یہ بھی مناسب سمجھا کہ یورپ کے مختلف ممالک کا دورہ کر کے اس بات کا جائزہ لیں کہ جنگ کے بعد وہاں کے لوگوں میں مذہب کا رجحان کہاں تک پایا جاتا ہے۔ اور اسلام کے پھیلنے کی کس قدر توقع کی جا سکتی ہے۔ اس بارہ میں شیخ صاحب بہت سی قیمتی معلومات لے کر آئے ہیں۔

ذیل میں ہم ان کی ایک تقریر مطبوعہ اسلامک ریویو کا ترجمہ درج کرتے ہیں جو انہوں نے ۲۹-جون کو سوئٹزرلینڈ کے ایک مقام کوکس (Caux) میں مارل ری آرمامنٹ اسمبلی کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر کی۔

آپ نے فرمایا:-

معزز خواتین و حضرات!

میری ذات میں آپ ایک ایسے شخص کو پائیں گے جو براہ راست مارل ری آرمامنٹ سے تعلق نہیں رکھتا مگر میں اپنے ملک کے ایک ایسے ادارے سے تعلق رکھتا ہوں جس کا مقصد اور سرگرمیاں کم و بیش اسی نوعیت کی ہیں۔ کل شام کو یہاں پہنچ کر میں نے جلسہ میں فوراً شرکت کی۔ اور میں نے محسوس کیا کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جنہوں نے اس پلیٹ فارم سے تقریریں کیں صداقت اور دیانتداری کی تلاش میں سرگرداں ہیں

یہی خواہش بڑی عمر والوں کی بھی ہے۔ اور یہاں چاروں طرف باہمی محبت اور ایک دوسرے کی عزت کی فضا موجود ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ ہم بھی وہی راگ گا رہے ہیں جو یہاں گایا جاتا ہے۔

آپ کے لئے پاکستان کا ایک پیغام ہے۔ ہم مختلف اقوام کے لوگ اس پُرسکون اور خاموش مقام پر جمع ہو کر یقیناً اخلاق اور سیدھے راستے کیلئے سوچ اور بچار کر سکتے ہیں۔ صداقت اور دیانت کا رستہ جس پہ گامزن ہو کر انسان ترقی کی منازل طے کر سکتا ہے۔ جہاں مرد و عورت میں مساوات اور سب سے بڑھ کر نسل انسانی میں ایک برادری اور اخوت قائم ہو سکتی ہے۔ جس کے تمام افراد ایک دوسرے سے اس طرح پیش آئیں جیسے ایک ہی خاندان کے لوگ ہوتے ہیں۔

مارل ری آرمامنٹ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ جو صرف مشرق یا مغرب سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ تمام دنیا کو اس کی احتیاج ہے۔ میں ڈاکٹر بُک مین کو مبارکباد دیتا ہوں۔ جنہوں نے ۱۹۲۱ء میں اس ضرورت کو محسوس کیا۔ گذشتہ شب بعض مقررین کی تقریریں سنکر میں نے محسوس کیا کہ صداقت کی تلاش دلوں میں موجود ہے۔ اسلام نے اس مسئلہ کا ایک حل پیش کیا ہے جسکو میں مختصر طور پہ واضح کرنا چاہتا ہوں۔

مارل ری آرمامنٹ اور اسلام

اسلام نے انسان کی تین حالتیں بتائی ہیں۔ جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی۔ پہلی حالت کا نام نفس امارہ ہے۔ یعنی وہ حالت جس میں انسان کا نفس اس کو برائی پر آمادہ کرتا ہے۔ انسان جب تک کہ عقل اور علم کی روشنی سے منور نہ ہو۔ اس وقت تک اپنی نفسانی خواہشات کا غلام رہتا ہے۔ اور جب وہ ان حیوانی خواہشات سے آزاد ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے طبعی تقاضاؤں پر اقتدار حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے۔ جبکہ وہ جسمانی منزل سے گذر کر اخلاقی منزل میں قدم رکھتا ہے۔ قرآن شریف کی اصطلاح میں اس کو نفس لوّامہ کہتے ہیں۔ جس کے معنی ہیں وہ نفس جو اپنے آپ کو کسی کمزوری پر ملامت کرتا ہے۔ یہ وہ سرچشمہ ہے جہاں سے اخلاقی زندگی کا آب زلال بہنا شروع ہوتا ہے۔ یہ وہ حالت ہے۔ جبکہ ایک خاطی اپنی خطا پر عراق ندامت میں غرق ہو جاتا ہے۔ اپنی غلطی پر پچھتاتا اور اپنے کئے پر شرمندہ ہوتا ہے۔ یہ ترقی کا زینہ ہے۔ انسان میں ایک تبدیلی اور ایک تغیر واقع ہو جاتا ہے۔ اب اس کو ہر بدی پر جس کا وہ مرتکب ہوتا ہے۔ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے

تھا میں نے ایسے کارندے دیکھے ہیں - جو بغیر مالک کی نگرانی کے اپنا فرض دیانتداری سے سرانجام دیتے ہیں - یہ اخلاقی ترقی انسان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ دیانتدارانہ زندگی بسر کرے اور اپنے فرائض کو باحسن باوجوہ بجالائے

جب انسان اس ترقی پر پہنچتا ہے - وہ بے کار نہیں بیٹھ سکتا - کیونکہ یہ روحانی زندگی کا آغاز ہے - اس منزل کو ایک کمزور بچہ سے تشبیہ دی جاسکتی ہے - جو گرنا تو نہیں چاہتا مگر چونکہ اس کی اخلاقی طاقت کمزور ہے - وہ بسا اوقات گر پڑتا ہے - میں اس عبوری منزل کی طرف آپکی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں - یہ وقت ہے جبکہ انسان اخلاق کی بلندی پر فائز ہوتا ہے - اور جب یہ صورت پیدا ہو جائے تو اس کا نتیجہ محتاجوں کے لئے قربانی - غربا کی امداد اور اپنے ہم جنسوں کے ساتھ محبت اور عزت ہوگا -

یہ تیسری منزل ہے - اور اس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں - قرآن مجید فرماتا ہے -

یا ایتھا النفس المطمئنة - ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (سورۃ الفجر)

یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی - پس میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ -

اس تیسری منزل پر پہنچکر روح انسانی اخلاقی اسلحہ سے پورے طور پر مسلح ہو جاتی ہے - یہ اس وقت اللہ تعالےٰ سے جاملتی ہے - اور اس پانی کی طرح جو کسی ڈھلوان سے نہایت زور کے ساتھ بہتا ہے - اور رستہ کی ہر چیز کو بہائے جاتا ہے - اسی طرح روح انسانی بھی چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ نہ کرتی ہوئی اخلاق الہی کا پورا جلوہ دکھا دیتی ہے - اگر دنیا کے تمام لوگ اس تیسرے درجہ کے حصول کی کوشش کریں - تو تمام دنیا صلح و آشتی اور راحت و آرام اور فرحت و مسرت سے بھر جائے - اور سرمایہ داری اور ہڑتالیں - تباہی و تخریب اور بے چینی زمانہ ماضی کی کہانی بن جائے -

میں اپنی تقریر کو قرآن مجید کے الفاظ پر ختم کرتا ہوں - جس میں انسانوں کے انسانوں کے ساتھ تعلقات پر روشنی پڑتی ہے - فرمایا :-

یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ　　- یعنی اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے اندر قومیں اور خاندان بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو - یقیناً تم میں سے

سب سے زیادہ خدا کے ہاں معزز وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ متقی یا پرہیزگار ہے یا جو اپنے فرائض کو دیانتداری سے سرانجام دیتا ہے۔"

اسلام ایک وسیع برادری کی بنیاد رکھتا ہے جس میں تمام مرد اور عورتیں خواہ وہ کسی قوم یا خاندان سے ہوں خواہ ان کا کچھ ہی پیشہ ہو۔ اور خواہ معاش میں اُن کا کچھ ہی رتبہ ہو۔ یعنی خواہ امیر ہوں یا غریب ان سب کے حقوق مساوی ہیں۔ اور کسی کو اجازت نہیں کہ وہ دوسرے کے حقوق کو پائمال کرے۔

آئیے ہم اُن صفات کو اختیار کریں۔ جو قدرت نے ہمارے اندر مرتکز کی ہیں۔ یہی ایک صورت ہے جس کے ذریعے ہم ایک دوسرے کے لئے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ اور ایک با امن اور ترقی پذیر دنیا کے اندر رہ سکتے ہیں۔

میں ڈاکٹر ٹبلے مین اور دوسرے منتظمین کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے مجھے یہاں تقریر کرنے کا موقع دیا۔"

آخر میں شیخ صاحب ممدوح نے انگریزی ترجمہ قرآن کی ایک کاپی ڈاکٹر ٹبلے مین کو پیش کی جنہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کرتے ہوئے اسکے مطالعہ کا وعدہ کیا۔

بقیہ صفحہ ۲۵

ہوتے ہیں

اور اگر آپ یہ سوال کریں کہ آیا حقیقی رجل عظیم کی کوئی محک ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں ہے اور ضرور ہے۔ اور اس محک پر اس کو کسنا کچھ دشوار نہیں۔ ایک حقیقی رجل عظیم ذاتیات سے پاک ہوتا ہے۔ صدہا نبیوں اور اولیاؤں کی شہادتیں جو ضابطہ تحریر میں آچکی ہیں۔ میرے اس بیان کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں۔ اس کے سمجھنے میں کچھ اشکال نہیں۔

آپ نے ضمناً یہ بھی کہا ہے کہ انسانی زندگی کے اصول بہت کچھ پیچیدہ اور دور از فہم ہیں۔ میں نے اس موضوع پر بہت غور و فکر کیا ہے۔ اور مجھے یہ معلوم کر کے تعجب ہوا ہے۔ کہ صداقت کہیں کچھ اور ہے۔ جہاں ہمارے مذہبی رہنماؤں کے بیانات صاف سیدھے مبالغہ سے پاک اور عام فہم ہیں۔ ہمارے

متفرقات

صوتُ التقریبَ بینَ المذاہب الاسلامیہ

یہ ایک بڑا مبارک اقدام ہے کہ قاہرہ میں ایک انجمن بنام صوت التقریب بین المذاہب الاسلامیہ معرض وجود میں لائی گئی ہے۔ اور اس کا الحاق دوسری ایسی انجمنوں سے جو دوسرے اسلامی ممالک میں پائی جاتی ہیں کیا گیا ہے۔ اس کے مقاصد و اغراض جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے یہ ہیں کہ مسلمانوں کے متعدد مدارس فکر میں جو باہمی چپقلش پائی جاتی ہے۔ اس کو دور کیا جائے اور ان کے خیالات کو ایک سطح پر لانے کی کوشش کی جائے۔ اس انجمن کا وجود علمائے مصر کی مساعی کا منت پذیر ہے۔ ان حضرات نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے اندر جو اختلاف کی خلیج یوماً فیوماً وسیع ہو رہی ہے۔ وہ بالآخر ساری قوم کے لئے خطرناک ثابت ہوگی اس لئے اس کا پاٹنا ضروری ہے۔ اس انجمن کا ایک میگزین بھی شائع ہوتا ہے۔ جس کا نام "رسالت اسلام" ہے۔ یعنی پیغام اسلام۔ اس رسالہ کا تیسرا نمبر ابھی ابھی شائع ہوا ہے۔

ایسے زمانہ میں جب کہ دنیائے اسلام اغیار کی غلامی کے جوئے سے رہائی پاتے ہی اپنی ترقی کے خطرناک دور میں سے گذر رہی ہے۔ اتفاق یکجہتی اور باہمی موافقت تمام عربی بولنے والی اسلامی دنیا میں نہ صرف عین اقتضائے زمانہ ہی ہے بلکہ اشد ضروری بھی ہے۔

اس انجمن کے قیام پر تمام دنیائے اسلام نے صدائے تحسین و آفرین بلند کی ہے۔ اور اس کی سرگرمیوں میں بڑی دلچسپی سے حصہ لیا جا رہا ہے۔ انجمن کے کام کا رخ بیشتر اس طرف ہے۔ کہ مذہبی خیالات اور روایات میں موافقت پیدا کی جائے۔ یہ یقینی امر ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اس قسم کی مفاہمت کا نتیجہ تمدنی اقتصادی اور سیاسی امور میں ہم آہنگی ہوگی۔

وہ کام جو انجمن نے اپنے لئے تجویز کیا ہے - وہ لاریب مشکل کام ہے - یہ مصالحتی اور مفاہمتی معرکہ جو انجمن کے پیش نظر ہے اس کے متعلق بہت سے سوالات کئے گئے ہیں - ایک سوال یہ ہے کہ کیا انجمن کا یہ مقصد ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں موافقت پیدا کرکے ان کو محض ایک مخصوص حد تک آپس میں ملنے کے لئے مجبور کیا جائے یا کیا یہ تمام مکاتب فکر کو مٹا کر ایک عالمگیر مکتب ان کی بجائے قائم کرنا چاہتی ہے - جو بالآخر ایک مزید فرقہ کی صورت اختیار کرے گا - اور اس طرح سے سارا معاملہ ہی ایک گورکھ دھندہ بن کر رہ جائے گا - اور جو اصل غرض ہے - وہ فوت ہو جائیگی - اندریں حالات انجمن کونسے فقیہہ کی تقلید کرے گی - اور پھر یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ انجمن کا ان فرقوں کے متعلق کیا فیصلہ ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر ان کا تعلق اسلام سے بہت کچھ مشتبہ ہے - ان شکوک کا ازالہ اور انجمن کی مساعی کی معقولیت اس کے آئندہ کارناموں سے ہی جانچی جاسکے گی - اور صرف اسی صورت میں ہی ہم کہہ سکینگے کہ وہ طریق جو اس نے اس نازک مسئلہ کے متعلق اختیار کیا ہے - کہاں تک صحیح اور درست ہے -

انجمن ہذا نے اپنے بنیادی اصولوں کی تشریح بھی کر دی ہے - اس کا دعوےٰ ہے کہ اس کے مدنظر نہیں ہے کہ ایک فرقہ کی تائید کرے اور دوسرے کی تکذیب - اور نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی ایک فقیہہ کے دعاوی کو باطل قرار دے - اور نہ یہ کہ ایک کے دعاوی کو دوسرے سے منوائے - اور اس کو کسی دوسرے سے اونٹے قرار دے - بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں پر یہ امر نقش کیا جائے کہ سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ انہیں مذہب اسلام کے اصول اساسی پر یقین کامل رکھنا چاہیئے - یعنی خدائے واحد پر اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید اور دیگر کتب سماوی اور یوم آخرۃ پر کامل ایمان لانا چاہیئے وہ مسلمان جو ان ارکان اسلام پر ایمان لاتے ہیں - ان سے انجمن کو کوئی تعرض نہیں ہوگا - اور ان کو اختیار ہوگا - کہ جس فرقہ سے چاہیں تعلق رکھیں اور جس فقیہہ یا امام کو چاہیں ترجیح دیں اور اس کی تقلید کریں لیکن اس کے نزدیک یہ بات قابل اعتراض ہوگی کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو حقارت سے دیکھے یا اس کی تخریب کے درپے ہو - انجمن آزادی فکر کی حامی ہے - جو اسلام کی تعلیم کی بنیادی حقیقت ہے - اور یہ ایسے مباحث اور طریق استدلال کے بھی خلاف نہیں - جو پسندیدہ طرز پر کیا جائے - اور دل آزاری

کا موجب نہ ہو۔

یہ انجمن فی الحقیقت ایسے مناظروں اور اختلافات کے خلاف ہے۔ جن کو لوگ اپنا شب و روز کا مشغلہ بنا لیتے ہیں۔ جن سے باہمی عداوت اور خصومت کا سلسلہ دائمی طور پر چلتا ہے۔

ٹرکی میں مذہبی اصلاحات

ٹرکی میں مذہب اور سلطنت کی علیحدگی ۱۹۲۳ء میں وقوع میں آئی اور ملک میں ایک نمائندہ اسمبلی وجود میں لائی گئی۔ معاملات مذہبی کا ایک الگ محکمہ جو براہ راست گورنمنٹ کے سامنے جوابدہ تھا بنایا گیا۔ جس کا ایک صدر تھا۔ اور فاضل علماء کی ایک مشورہ دینے والی کمیٹی اس کی ممد و معاون تھی۔ اس محکمہ نے تقریباً ۵۰ مفتی ملک کے مختلف حصوں میں مقرر کئے جن کا کام یہ تھا۔ کہ ان نام نہاد علماء اور مولوی لوگوں نے جو غلط باتیں مذہب میں رائج کر رکھی ہیں۔ اور جو غلط اصول مذہب کی طرف منسوب کئے ہوئے ہیں۔ ان کا قلع قمع کیا جائے اور ان کے خطرناک پروپاگنڈے کا سدباب کیا جائے۔ اس محکمہ کا ایک فرض یہ بھی تھا کہ عامۃ الناس کی رہنمائی اور مذہبی امور میں تعلیم کے لئے مذہبی لٹریچر کی اشاعت کرے۔ چنانچہ اب تک بڑا مفید اور قابل قدر لٹریچر معرض اشاعت میں آچکا ہے۔ جس سے پرانے خیالات کے مفتی صاحبان کے غلط فتاویٰ اور باطل اعتقادات کا ازالہ ہوتا ہے۔ اس محکمہ کے کارناموں میں سے ایک بہت بڑا قابل قدر کارنامہ قرآن مجید کی ایک اعلیٰ تفسیر اور صحیح بخاری کی شرح اور بہت سی درسی کتب جو اسلامی دنیا میں قبولیت عام کا تمغہ حاصل کر چکی ہیں۔ اور اسلام کے مطالعہ کیلئے ان کو بہت مستند تصانیف مانا جاتا ہے۔ شائع کی ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیم کے لئے حکومت ۵۰۰ مراکز میں طلباء قرآن مجید کا ترجمہ پڑھتے ہیں۔ اور تعلیمات اسلامیہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا ہے کہ لوگ مذہب اسلام کو پہلے کی نسبت اب زیادہ اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اور اُن کے دل میں اپنے

مذہب کی محبت پیدا ہو گئی ہے۔

مذہبی اوقاف کا انتظام گورنمنٹ خود کرتی ہے۔ اور بڑے قابل تعریف طریق پر کر رہی ہے۔ مساجد اور دوسرے مذہبی اداروں کو اس قدر ساز و سامان سے آراستہ پیراستہ کیا گیا ہے۔ جو ہر ایک ترک کے لئے قابل فخر ہے جمعے کے دن ترکی میں ایک مسجد کا نظارہ بہت دلفریب اور دلکش ہوتا ہے۔ اس دن ہر ترک صاف ستھرا اور اچھے لباس میں نظر آتا ہے کہ دیکھنے والے کو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ قوم بہت خوشحال اور مطمئن ہے۔

مساجد کے امام سلطنت سے معقول تنخواہیں پاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ اصحاب اپنا فرض منصبی بڑی تندہی اور اخلاص سے بجا لاتے ہیں۔ مساجد کی مرمت اور ان کی دیکھ بھال اور درست رکھنے کے لئے کافی روپیہ موجود ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرے مذہبی اداروں کے لئے بھی کافی روپیہ صرف کیا جاتا ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ ترکی گورنمنٹ اپنے ملک میں امور مذہبی کے انصرام و انتظام کے لئے بڑی فیاض ثابت ہوئی ہے۔ اس معاملہ میں اس نے بڑی قابلیت کا ثبوت دیا ہے۔ اور اس کو اس میں کامیابی بھی بہت حاصل ہوئی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

بقیہ صفحہ ۴۷۲

فلاسفروں اور منطقیوں کے بیانات نہایت پیچیدہ۔ بہت وقیق طویل عریض اور ناقابل فہم ہیں۔ میں آپ کی توجہ نیٹشے اور کارل مارکس کی تحریرات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں مجھے تعجب ہے کہ آپ ان غایت درجہ کی مغلق تحریرات کے ہوتے ہوئے عہد نامہ جدید اور انجیل کو کس طرح مغلق کہنے کی جرأت کرتے ہیں میں قرآن اور حدیث کو اس ضمن میں زیر بحث لانا نہیں چاہتا کیونکہ بدترین سے بدترین دشمن نے بھی کبھی ان کو مغلق قرار نہیں دیا۔ یہ نہایت بیّن۔ نہایت صاف اور اس قدر قابل عمل ہیں کہ ان کے متعلق استغلاق کا کوئی شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔

مجھے امید ہے کہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے۔ وہ آپ سمجھتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تمام مسائل پر سیر کن بحث کی گئی ہے۔ آپ ان کے متعلق مزید سوالات کر سکتے ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ادق مسائل کو زیادہ اچھی طرح سمجھنے کیلئے زمین تیار ہو گئی ہے۔

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتماب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جد و جہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخرکار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں معہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام معہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے (۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۰؍ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳؍ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۵؍ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاوے گی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاوے گی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

رسالہ "اسلامک ریویو" کا دورِ جدید

رسالہ "اسلامک ریویو" جنوری ۱۹۴۹ء سے انگلستان سے شائع ہو رہا ہے۔ اس کے حجم میں چارگنا اضافہ کر دیا گیا ہے ———

خصوصیات:-

- اسلامک ریویو ایک مصوّر معیاری اسلامی رسالہ ہے +
- اسلامک ریویو میں اسلامی دُنیا کے جملہ مسائل پر مضامین شائع ہوتے ہیں +
- اسلامک ریویو میں معاشی، سیاسی اور مذہبی عنوانات پر روشنی ڈالی جاتی ہے +
- اسلامک ریویو سیاسیات کے متعلق معلومات فراہم کرتا ہے +
- اسلامک ریویو میں غیر فرقہ دارانہ اسلوب کو اختیار کیا جاتا ہے +
- اسلامک ریویو اِسلامی ممالک کا آپس میں رابطہ قائم کرتا ہے +
- اسلامک ریویو میں ایسے مضامین شائع کئے جاتے ہیں، جو اخوتِ اسلامیہ کے جذبہ کو فروغ دیں +

——— ہم دُنیا کے مُسلمان مصنفین اَور مضمون نگاروں کو دعوت دیتے ہیں کہ وُہ اس بلند مقصد میں ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ جُملہ مضامین انگریزی، اُردُو، فرانسیسی، جرمن اَور عربی زبان میں لکھے جانے چاہئیں۔ ہر مضمون دو ہزار سے تین ہزار الفاظ پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ انگریزی، فرانسیسی، جرمن اَور عربی مضامین ایڈیٹر اسلامک ریویو، اِنگلستان کو بھیجے جائیں۔ اُردُو مضامین سیکرٹری مُسلم مشن ووکنگ، برانڈرتھ روڈ، لاہور کے پتہ پر بھیجے جائیں +

روشن دماغ مُسلمان جو اِسلامی دُنیا کے مسائل میں دلچسپی رکھتے ہیں، وہ اسلامک ریویو کی خریداری قبول فرمائیں +

سالانہ چندہ: تیرہ روپے آٹھ آنے

پتہ:
سیکرٹری ووکنگ مشن، عزیز منزل، برانڈرتھ روڈ، لاہور